نصرۃ

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ 46

بمطابق جنوری/ فروری 2019

جمادی الاول / جمادی الثانی 1440 ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت: 186

برصغیر پاک وہند میں امن اور ترقی کے لیے ہندو ریاست سے "اکھنڈ بھارت" کے تحت اتحاد نہیں بلکہ نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام ضروری ہے

ہندو ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو اندھا اور شہید کر رہی ہے مگر باجوہ-عمران حکومت ہندو ریاست کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھا رہی ہے

تبدیلی کی جدوجہد وہ کرتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ زندگی و موت صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

اخلاقیات کے بعد کیا ہے؟

آسیہ بی بی کا مقدمہ اور غیر فطری ریاست کا بحران

نصرة

میگزین / شمارہ 46

بمطابق جنوری/ فروری 2019 جمادی الاول/ جمادی الثانی 1440 ہجری

اس شمارے میں

نارملائزیشن کے منصوبے کو آگے بڑھانا	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 186	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرشتہ	3
تبدیلی کی جدوجہد وہ کرتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ زندگی وموت صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	مصعب عمیر	6
اخلاقیات کے بعد کیا ہے؟	لطفی بن محمد	9
امریکا کے ساتھ کوئی ڈبل گیم نہیں کی جارہی، پاکستان امریکا کی ماتحت ریاست ہے	انجینئر معیز	13
آسیہ بی بی کا مقدمہ اور غیر فطری ریاست کا بحران	انجینئر معیز	18
گولڈانوسٹمنٹ فنڈ (بریگ) ایک غیر شرعی سرمایہ دارانہ کمپنی ہے	حزب التحریر ولایہ سوڈان	20
نوجوانوں کو سیاسی آواز دینے کی دعویدار حکومت کے دور میں خلافت کے نوجوان داعی کیوں مغوی ہیں؟	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	21
پاکستان کے حکمران کرائے کے سہولت کاروں کے طور پر اپنے آقا امریکہ کو شکست سے بچانے کا کردار ادا کررہے ہیں	ولایہ پاکستان	22
برصغیر پاک وہند میں امن اور ترقی کے لیے نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام ضروری ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	24
فرض اور واجب کی تعریف	سوال وجواب	25
اسلامی لباس جو اسلام نے عورت پر حیاتِ عامہ میں واجب کیا ہے	سوال وجواب	26
ٹرمپ کا اوپیک، خصوصاً سعودی عرب سے تیل کی پیداوار بڑھانے اور قیمتیں کم کرنے پر اصرار	سوال وجواب	29
باجوہ-عمران حکومت ہندو ریاست کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھا رہی ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	35

اداریہ: نارملائزیشن کے منصوبے کو آگے بڑھانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح طور پر حکومت بھارت کے ساتھ بڑے پیمانے پر نارملائزیشن کے عمل کو آگے بڑھانے پر پوری سنجیدگی اور جذبے کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اس نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اگر بھارت ایک قدم اٹھائے گا تو وہ دو قدم اٹھائے گی۔ اس حکومت نے کارتارپور راہداری کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے بھارتی وزیر خارجہ کوعوت دی جس کو ہندو ریاست نے مسترد کر دیا۔ اس حکومت نے یکترفہ طور پر یہ اعلان کر دیا ہے کہ جنگ کسی صورت نہیں کی جائے گی جبکہ بھارت نے ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ کولڈ اسٹارٹ پر مبنی ایٹمی فوجی حملے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

اس کے علاوہ یہ حکومت ہندو تہواروں پر مبارک باد پیش کرتی ہے جبکہ بھارتی آرمی چیف نے سختی سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر پاکستان امن چاہتا ہے تو سیکولر ریاست بنے۔ اس حکومت نے بھارت سے افغانستان کے مسئلے کے حل میں اپنا کردار ادا کرنے کی التجاء بھی کی ہے جہاں بھارت پہلے سے ہی کافی اثر ورسوخ اور موجودگی رکھتا ہے اور اسے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس حکومت نے بھارت کے ساتھ کھلی تجارت اور سرحدوں کو کھولنے کی بات کی ہے جبکہ دوسری جانب اس پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔

بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کے عمل میں یکترفہ مفاہمت کی جارہی ہے جبکہ اسے ایک کامیابی کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ پاکستان کے اقدامات کا مثبت جواب نہ دے کر بھارت بین الاقوامی برادری کے سامنے بے نقاب ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت لوگوں کو یہ یقین دلا رہی ہے کہ بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کا عمل خطے میں امن و خوشحالی کیلئے اہم ہے۔

بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کی پالیسی پر نظر ثانی اور اس پالیسی سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ نارملائزیشن کی

بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کے عمل میں یکترفہ مفاہمت کی جارہی ہے جبکہ اسے ایک کامیابی کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ پاکستان کے اقدامات کا مثبت جواب نہ دے کر بھارت بین الاقوامی برادری کے سامنے بے نقاب ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت لوگوں کو یہ یقین دلا رہی ہے کہ بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کا عمل خطے میں امن و خوشحالی کیلئے اہم ہے۔

پالیسی پر چلتے ہوئے حکومت بھارت، علاقائی صورتحال اور بین الاقوامی برادری کے کردار کو بالکل بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ رہی۔ اگر حکومت ان معاملات کو سمجھ پاتی تو وہ ہتھیار پھینک دینے کی اس پالیسی سے دستبردار ہو جاتی۔

بھارت کے ساتھ نارملائزیشن کی پالیسی سے دستبرداری کا معاملہ بالکل واضح ہے۔ بھارت یقینی طور پر مسلمانوں اور اسلام کا دشمن ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں اس کی درندگی اور گجرات میں بے جے پی کی سرپرستی میں مسلمانوں کا قتل عام اس کی مسلم دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس بات کا مزید ثبوت یہ ہے مودی پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے افغانستان کی سرزمین کو استعمال کر رہا ہے۔ پاکستان کو بنجر بنا دینے کے لیے مودی کا ڈیموں کی تعمیر کا منصوبہ اس بات کا ایک اور ثبوت ہے۔

بھارت کا اپنی سرحدوں میں موجود لوگوں کو انصاف اور خوشحالی فراہم کرنے کی عدم صلاحیت مزید اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ وہ خطے میں وسیع کردار ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یقیناً پاکستان کا کئی دہائیوں سے بھارت کو ایک جارح ریاست کے طور پر دیکھنا بغیر کسی وجہ اور دانش کے نہیں تھا۔ متکبرانہ طور پر دہائیوں پر پھیلی اس پالیسی سے مکمل دستبرداری اور اس کے بالکل الٹ پالیسی کو اختیار کرنا تاکہ "نیا پاکستان" بنایا جائے، حکومت کی خطے میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے حوالے سے منافقت اور عدم اخلاص پر مبنی رویے کی عکاس ہے۔

جہاں تک خطے کی صورتحال کا تعلق ہے تو اس کا تعین خطے کے لیے امریکی پالیسی سے ہوتا ہے جسے خطے کی ریاستیں نافذ کرتی ہیں۔ مودی کی قیادت میں بھارت امریکی منصوبے میں مکمل طور پر شریک ہے جس کے تحت بھارت کو علاقائی طاقت بنایا جا رہا ہے تاکہ وہ چین اور خطے کے مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکے۔

امریکا نے افغانستان اور بنگلا دیش میں اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے بھارت کی اسٹریٹیجک گہرائی میں اضافہ اور پاکستان کو کمزور کر دیا ہے۔ امریکا پاکستان کی موجودہ حکومت پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر رہا ہے تاکہ بھارت کی

بڑھتی ہوئی طاقت کے جواب میں پاکستان کوئی مزاحمت نہ کر پائے اور بھارت کی زیرِ قیادت خطے میں اپنا ثانوی کردار قبول کر لے۔ بھارت کی حقیقت کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ بات کیسے ممکن ہے کہ اس کی بالادستی خطے کے لیے امن اور خوشحالی کا باعث ہو گی؟

جہاں تک بین الاقوامی برادری کا تعلق ہے تو وہ کسی کام کی نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ حقیقی معنوں میں کوئی بین الاقوامی برادری وجود ہی نہیں رکھتی۔ بین الاقوامی برادری کی حقیقت یہ ہے کہ یہ پانچ بڑی طاقتوں: امریکا، روس، فرانس، برطانیہ اور چین، کے مفادات کی نمائندگی کرتی ہے اور اس میں سے بھی چین بین الاقوامی سطح کی نہیں بلکہ صرف خطے کی بڑی طاقت ہے۔ جہاں تک اسلام اور مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ تمام کی تمام پانچ بڑی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہیں اور وہ اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کرتی رہتی ہیں اور اس حوالے سے ان پانچ طاقتوں کے مفادات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ چین کی بھارت کے ساتھ سخت دشمنی ہے لیکن اس کے باوجود اپنے ملک میں موجود مسلمانوں کے خلاف اس کا رویہ انتہائی سخت اور سفاکانہ ہے جہاں وہ باعمل مسلمانوں کو کیمپوں میں قید کر دیتا ہے۔ چین وحشی میانمار حکومت کی حمایت کرتا ہے اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ خطے کے مسلمانوں کے خلاف چین دشمنی رکھتا ہے۔

خطے کے مسلمانوں کا تحفظ اور خوشحالی صرف اسلام سے منسلک ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس کی بدولت یہ خطہ صدیوں تک ترقی و خوشحالی کے دور دیکھتا رہا۔ اور یہ صرف اسلام ہی ہے جو اس خطے کے ماضی کو حال بنا سکتا ہے۔ اس تبدیلی کے حوالے سے پاکستان کا کلیدی کردار ہے کیونکہ وہ اگر پوری امت کی نہیں تو یقینی طور پر خطے کی سب سے طاقتور مسلم ریاست ہے۔ دشمنوں کو مراعات، رعایتیں دینے اور التجائیں کرنے کی بجائے پاکستان کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کا نقطہ آغاز بننا چاہیے، جو مسلمانوں کے مفادات کے حصول کو یقینی بنائے گی اور ان کے تحفظ کے لیے اپنی فوجی صلاحیتوں میں مسلسل اضافہ کرے گی تاکہ اس کے دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملایا جاسکے۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 5 سے

کیونکہ اللہ عالم الغیب ہے: (**لاَ يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ**)"آسمانوں اور زمینوں میں اس سے کوئی ذرہ برابر چھپا ہوا نہیں"(السباء:3)۔

6-اللہ تعالیٰ نے روزے کی آیات ذکر فرمائیں مگر ان کے درمیان دعا سے متعلق ارشاد فرمایا، ایک ہی مضمون کے اندر کوئی دوسرا مضمون داخل کرنے کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی خاص امر کا اظہار مراد ہے، تو آیات صیام کے درمیان دعا کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ ماہ رمضان میں دعا کی بڑی شان ہے اور یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ رمضان کا مہینہ خالص عبادت کا مہینہ ہے اور روزہ دار اپنے رب کے قریب ہوتا ہے، اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:((**ثلاثة لا ترد دعوتهم: الإمام العادل والصائم حتى يفطر ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام يوم القيامة وتفتح لها أبواب السماء ويقول: بعزتي وجلالي لأنصرنك ولو بعد حين**))"تین لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے: ایک عادل حکمران دوسرا روزہ دار یہاں تک کہ وہ روزہ افطار کر دے اور مظلوم کی دعا، اللہ اسے بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **بعزتي وجلالي لأنصرنك ولو بعد حين**: اپنی عزت و بزرگی کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر بعد ہو"(ترمذی: 3522 جنہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، احمد 305/2)۔

پس دعا کا روزے والی آیتوں کے درمیان ذکر کرنا اس کی ترغیب پر دلالت کرتا ہے کہ ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ دعائیں کی جائیں، نیز دعا کی فضیلت کا بیان بھی ہے اور قبولیت کی خوشخبری بھی، اللہ قریب اور قبول کرنے والا ہے۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 20 سے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں ایسے کام کے لئے بلائیں جس میں تمہارے لیے زندگی ہے، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے"(سورۃ الانفال: 24)

حزب التحریر

ولایہ سوڈان

10 صفر الخیر 1440 ہجری

10 اکتوبر 2018 عیسوی

تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 186

فقیہ اور مدبر سیاست دان امیر حزب التحریر شیخ عطا بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب **تیسیر فی اصول التفسیر** سے اقتباس:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِي إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة: 186).

"اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ پھر انہیں چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں"

ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ہمارا رب اگر ہمارے قریب ہے تو ہم آہستہ آواز سے دعا کریں، دور ہے تو ہم اُسے بلند آواز سے پکاریں۔ آپ ﷺ خاموش رہے، پس اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ) نازل فرمائی (الدر المنثور: 469/2، تفسیر الطبری: 158/2)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ہمارے قریب ہے، جب کوئی اُس سے دعا مانگے، تو اللہ تعالیٰ مانگنے والے بندے کی دعا سنتے ہیں، کوئی شے اُس پر مخفی نہیں، چنانچہ وہ ذاتِ پاک اس کی دعا قبول کرتا ہے، اُسے نامراد نہیں لوٹاتا، اللہ اپنے بندوں کے قریب ہے، وہ دیکھتا اور سنتا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰؑ وہارونؑ سے فرمایا تھا: (إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى)" میں تمہارے ساتھ ہوں سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں" (طٰہٰ: 46)۔ حدیث میں بھی وارد ہے ((قال اللہ تعالى أنا مع عبدي ما ذكرني وتحركت بي شفتاه)) "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب تک بندہ مجھے یاد کرتا رہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر سے ہل رہے ہوں، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں" (ابن ماجہ: 3782، أحمد: 540/2)۔

اس کے بعد اللہ عزوجل اپنے بندوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی بات قبول کریں، اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اختیار کریں، اور اس کی شرع کے تابع ہو کر رہیں، نافرمانی اور معصیت میں ہوتے ہوئے اُس سے دعا نہ کریں، اگر وہ اللہ کی بات مانیں گے تو اس کی وجہ سے ان کو اللہ کی قربت اور نزدیکی حاصل ہو گی، اور ایسا کر کے گویا وہ ان اسباب کو اختیار کرنے والے ہوں گے جو دعاؤں کے قبول ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا(فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ)" پس وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ رُشد وہدایت پائیں"۔

دعا کے حوالے سے مفید بات:

یہاں ہمیں لمحہ بھر رکنا چاہیے، دعا سے متعلق بعض امور کو سامنے رکھیں تاکہ ایک مسلمان جب اپنے رب سے دعا کرے تو اس کے لیے معاملہ واضح ہو۔

1۔ دعا ایک عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ)" اور تمہارے پروردگار نے کہا: مجھے پکارا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے" (غافر: 60)۔ پس اللہ سبحانہ نے اس آیت کریمہ میں **اُدعُونِی** (مجھے پکارو) کو **عبادتی (میری عبادت)** کے بعد ذکر کے گویا دعا کو عبادت قرار دیا۔ اسی کو حدیث میں فرمایا ہے: (الدعاء مخ العبادة)" دعا عبادت کا مغز ہے" (الترمذی: 3293، أحمد: 271/4)۔

دعا ایک عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو اس سے مانگتا ہو اور گڑگڑا کر دعا مانگنے والا ہو ((**إن الله يحب الملحين في الدعاء**))" اللہ تعالیٰ دعا میں گڑگڑانے والوں سے محبت کرتا ہے" (فتح الباری: 95/11)۔

2۔ بے شک اللہ سبحانہ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ہم اس کی بات مانتے ہوئے اس سے دعائیں مانگیں، اس کی شریعت کے پابند اور اس کے رسول ﷺ کی اقتداء کرنے والے بن کر رہیں، (**فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ**) میں یہی مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے ((**يدعو الله ومأكله من حرام ومشربه من حرام فأنىٰ يستجاب له**))" (ایک بندہ) اللہ کو پکارتا ہے، جبکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی"۔

3۔ دعا جو کہ ایک عبادت ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسباب اختیار کرنا چھوڑ نا دیں۔ اس بات کو کتاب و

سنت میں واضح کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے: (فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ) یعنی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے کی طرف ہدایت پالیں، اور انہیں توفیق سے نواز اجائے یوں ان کی دعا قبول کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ جنگِ بدر میں لشکر کو تیار کر رہے ہیں اور ہر ایک سپاہی کو اپنی اپنی جگہ پر معین کر کے ترتیب دے رہے ہیں، انہیں لڑائی کے لیے بہترین انداز سے ہدایات اور رہنمائی فرما دیتے ہیں، پھر چبوترے میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد کی دعا کرتے ہیں، اتنی طویل دعا فرماتے ہیں کہ بالآخر ابو بکرؓ آکر عرض کرتے ہیں، "یا رسول اللہ! آپ نے بہت مانگا آپ کے لیے تو اتنی زیادہ دعا کی ضرورت نہیں " (سیرۃ ابن ھشام: 626/2)۔

اس پر بھی غور فرمائیں کہ جب اللہ نے آنحضرت ﷺ کو مکّہ سے مدنیہ منوّرہ ہجرت کرنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے اس وقت وہ سب کچھ اختیار کیا جو ایک انسان کے لیے ممکن ہوتا ہے، آپ ﷺ حفاظت اور نجات دلانے والے تمام اسباب کو بروئے کار لائے، عین اسی وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے کفار قریش کے خلاف دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ان کے چہروں کو دوسری طرف پھیر دے اور ان کی سازشوں سے میری حفاظت فرما کر بحفاظت و سلامتی مدینہ پہنچادے۔

پس بجائے اس کے کہ آپ ﷺ شمال کی سمت کا رخ کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہو جاتے، (مدینہ منورہ مکہ سے شمال کی جانب ہے) آپ ﷺ جنوب کی طرف روانہ ہوئے اور غار ثور میں ابو بکرؓ کے ساتھ چھپے رہے۔

اس دوران قریش کے حالات معلوم کرتے رہے اور عبدالرحمن بن ابی بکر کی ترتیب دی ہوئی حکمت عملی پر بھی عمل پیرا رہے۔ عبدالرحمن ابن ابی بکر مکّہ واپس آجاتا تو ابو بکرؓ کا غلام اسی راستے پر مکّہ کی طرف اپنی بھیڑ بکریاں ہانکتا ہوا چلا آتا تھا، اس کا مقصد عبدالرحمن کے قدموں کے نشانات کو مٹانا ہوتا تھا، جس سے کفارِ قریش کو دھوکہ میں رکھنا مقصود تھا۔ آپ ﷺ تین دن غار میں رہے، تاآنکہ قریش کی جستجو کچھ ٹھنڈی پڑ گئی، تو اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو یہ پورا اعتماد تھا کہ مدینہ بحفاظت رسائی ہو گی کیونکہ جب ابو بکرؓ نے دیکھا کہ کفار قریش کا ایک گروہ غار کے دہانے پر آکھڑا ہوا ہے اور انہیں خوف محسوس ہوا کہ اب وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ "اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی نگاہ نیچی کرلے تو ہمیں دیکھ لے گا، اس وقت آپ ﷺ نے ابو بکرؓ سے فرمایا: **ما ظنك باثنين الله ثالثهما** "ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے" (بخاري: 3380، 4295، مسلم: 4389، ترمذي: 3021، أحمد 4/1)۔ ان مواقع و مناظر کو قرآن یوں بیان کرتا ہے: (فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا) "پس تحقیق اللہ اُس وقت بھی اِن کی مدد کر چکا ہے، جب ان کو کافر لوگوں نے ایسے وقت (مکّہ سے) نکالا تھا جب وہ دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے" (التوبة: 40)۔

پھر سراقہ بن مالک سے جو قریش کی طرف سے اعلان کردہ انعام حاصل کرنے کی غرض سے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کی تلاش کرتے ان کے پیچھے آپہنچا تھا، آپ ﷺ نے کہا: **بأن يرجع وله سوارا كسرى** "(اے سراقہ) واپس لوٹ جا، تجھے کسریٰ کے دونوں کنگن دیے جائیں گے" (الروض الأنف في تفسير سيرة ابن هشام للسهيلي: 233/2)۔

پس رسول ﷺ نے یہ تمام اسباب اس لیے اختیار کیے کہ ہم اس میں آپ ﷺ کی پیروی کریں۔ تو جس وقت آپ ﷺ یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کفار کی سازش سے بچائے اور یہ کہ ان کی مکرو سازش ان پر ہی لوٹا دے، اسی دوران رات کے اندھیرے میں اپنے گھر سے نکلتے ہیں، آپ ﷺ نے کفار کو دیکھا کہ گھر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ ان کے چہروں پر مٹی پھینک دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کو یہ بھی اطمینان تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے گا اور کفار کو ان سے پھیر دے گا، اور وہی ہوا، چنانچہ ان کفار پر نیند طاری کی گئی اور آپ ﷺ بحفاظت نکل گئے۔

پس دعا کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کیا جائے بلکہ دعا کے ساتھ ہی اسباب عمل میں لائے جاتے ہیں۔

پس جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ خلافت دوبارہ قائم ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو سرانجام دینے کے لیے محض دعائیں کرنا کافی نہ سمجھے، بلکہ جو لوگ اس کے لیے سرگرم عمل ہیں، ان کے ساتھ مل کر کام کرے، اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور معاونت کا خواستگار بھی رہے، کہ اللہ تعالیٰ جلد اس کام کو عملی شکل عطا فرمائے، یہ دعائیں کرتے وقت اخلاص کے ساتھ خوب گڑگڑائے، اس کے ساتھ اس مقصد میں کام آنے والے تمام اسباب کو بھی اختیار کرے۔ تمام اعمال میں اسی طرح کرنا چاہیے، کہ انسان خالص اللہ کے لیے عمل کرے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچا تعلق رکھے، دعا کرتے وقت اخلاص کا اہتمام کرے اور خوب عاجزی

وزاری اور محتاجی کا اظہار بھی کرے، اللہ تعالیٰ کی ذات سننے والی اور قبول کرنے والی ہے۔

4- بے شک اللہ سبحانہ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے، اور مجبور شخص جب دعا کرے تو اسے قبول کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) "اور تمہارے پروردگار کا فرمان ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار پر لبیک کہوں گا" (غافر:60)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ) "اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں" (البقرۃ:186)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ) "بھلا کون ہے جو ایک مجبور کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے" (النمل:62)۔

مگر قبول کرنا کیا ہوتا ہے؟ اس کا ایک خاص شرعی مفہوم اور حقیقت ہے، جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے واضح فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ((ما من مسلم يدعو الله – عز وجل – بدعوة ليس فيها إثم ولا قطيعة رحم إلا أعطاه الله بها إحدى ثلاث خصال: إمّا أن يعجل الله له دعوته، وإمّا أن يدخرها له في الآخرة، وإمّا أن يصرف عنه من السوء مثلها. قالوا: إذن نكثر. قال: الله أكثر)) "کوئی مسلمان جب اللہ عز وجل سے دعا کرتا ہے جس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کی بات شامل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تین میں سے کوئی ایک کام کرتا ہے: یا تو اسی دنیا میں اس کی دعا قبول کر لیتا ہے، یا اس کے لیے اس دعا کو ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے، یا پھر اس کے مقابلے میں اس سے کوئی تکلیف ہٹا دیتا ہے، صحابہؓ نے عرض کی پھر تو ہم بہت زیادہ دعائیں مانگیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے زیادہ دینے والا ہے"۔ نیز آپ ﷺ فرمایا: ((لا يزال يستجاب للعبد ما لم يدعُ بإثم أو قطيعة رحم ما لم يستعجل. قيل: يا رسول الله، وما الاستعجال؟ قال: يقول قد دعوت وقد دعوت فلم أرَ يستجاب لي فيتحسر عن ذلك ويدع الدعاء")) "بندے کی دعا ہمیشہ قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ مانگے، اور جب تک وہ جلد بازی نہ کرے، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: بندہ یہ کہے کہ میں نے تو بار بار دعائیں کیں مگر کوئی دعا قبول ہوتی نہیں دیکھی، اسی افسوس میں وہ دعا کرنا ہی چھوڑ دے" (مسلم 4918، ترمذی 3303)۔

اس کا مطلب ہے کہ دعا قبول ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ دنیا میں پوری ہو، بلکہ کبھی تو ایسا ہی ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار اللہ تعالیٰ دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا کر دعا کرنے والے کے لیے محفوظ کر لیتا ہے، آخرت کا اجر بڑا اور ثواب بہت زیادہ ہے، یا پھر اس سے کوئی تکلیف ہٹا دیتا ہے۔

پس ہم اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں، سو اگر ہم سچے، مخلص اور فرمانبردار ہیں تو ہمیں دعا کے وقت اس کی قبولیت کا بھی یقین ہونا چاہیے، قبولیت بھی انہی معنوں میں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے۔

5- دعا قبول کر لینے کے معنی یہ بھی نہیں کہ تقدیر میں کوئی تبدیلی کی جاتی ہے یا لوح محفوظ یا اللہ کے علم میں اس سے کوئی تبدیلی آ جاتی ہے، یعنی قبولیتِ دعا کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی دعا کا علم تھا، نہ ہی اس کی قبولیت کا، جس کا مطلب ہے کہ یہ لوح محفوظ میں نہیں لکھی ہو گی۔

اس بنا پر یہ نہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ایک بندے کی دعا قبول کرتا ہے جب کہ تقدیر میں تو کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی وہ تو ازل سے طے شدہ ہے، اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی تو طے شدہ ہے، اور اس میں ذرہ برابر کسی قسم کا تغیر اور تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔

اس لیے کہ دعا اور اس کی قبولیت کوئی نئی ایجاد نہیں کہ جس سے اللہ بے خبر ہو، بلکہ یہ ایسا ہے کہ:

تقدیر (قدر) اللہ کا علم ہے یعنی لوح محفوظ پر لکھا ہوا۔ جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے وہ ازل سے لوح محفوظ پر مکتوب و مسطور ہے، پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فلاں آدمی اس سے دعا کرے گا، پس اگر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی قبولیت کا فیصلہ کیا ہوا ہے تو ایسا لکھا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی فلاں فلاں دعا کرے گا اور اس کی یہ دعا اِس اِس طرح پوری کی جائے گی، پس دعا کوئی نئی ایجاد نہیں جو اللہ کے علم میں ہی نہ ہو یا لوح محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح دعا کی قبولیت بلکہ جو کچھ بھی ہونے والا ہوتا ہے سب لوح محفوظ میں درج ہے، پس اللہ تعالیٰ غیب کو جانتا ہے اور جو بندہ کوئی بات یا کام کرتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے، ازل سے ہر چیز پہلے ہی لکھی ہوئی ہے، تو بندے کی مانگی ہوئی دعا بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اسی طرح لکھی ہوئی ہوتی ہے جیسے وہ جانتا ہے، اس کی قبولیت جیسے اللہ سبحانہ چاہتا ہے وہ بھی ازل سے لکھی ہوئی محفوظ ہے۔

پس دعا اور قبولیتِ دعا اللہ کے علم سے اوپر کی چیز نہیں بلکہ یہ دونوں لوح محفوظ میں اسی شکل میں درج ہیں جیسے کہ یہ ہونے والے ہوتے ہیں،

بقیہ صفحہ 2 پر

تبدیلی کی جدوجہد وہ کرتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ زندگی و موت صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کبھی تبدیلی آئی تو وہ اُن غیر معمولی لوگوں کے ہاتھوں وقوع پزیر ہوئی جنہوں نے غیر معمولی خطرات کا سامنا کیا کیونکہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنی جانیں تک داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھے۔ جہاں تک اسلامی امت کا تعلق ہے تو اس کی پوری تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام کا غیر معمولی اور ناقابل مثال پھیلاؤ بہت سارے اُن مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا جنہوں نے اپنی جانیں میدان جنگ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیش کر دیں تھیں۔ اسلامی افواج کو جو زبردست جذبہ ملتا تھا اس کی بنیاد یہ قطعی یقین تھا کہ زندگی اور موت کا فیصلہ صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس یقین و ایمان نے انہیں اپنے سے کئی گنا بڑی افواج اور طاقتوں کو زیروزبر کرنے کا حوصلہ فراہم کیا۔ وہ یہ جانتے تھے کہ زمین پر کوئی شخص اس وقت تک موت کا شکار نہیں ہوتا جب تک اس کی موت کا معین وقت نہ آجائے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ زمین پر کوئی طاقت ایسی نہیں جو موت کے معین وقت کو آگے بڑھادے۔ لہٰذا بجائے اس کے کہ ان کی موت آرام دہ بستروں پر اپنے رشتہ داروں کے درمیان آئے، انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ ان کی موت میدان جنگ میں دشمنوں کے درمیان لڑتے، گرتے، زخمی ہوتے ہوئے آئے۔ اور وہ ایسی موت کے اس قدر شائق تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناقابل تسخیر تلوار، خالد بن ولیدؓ، جب بسترِ مرگ پر پڑے تھے تو انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہا، لقد شهدت مئة زحف أو زهاءها، وما في جسدي موضع شبر إلا وفيه ضربة بسيف أو رمية بسهم أو طعنة برمح، وها أنا ذا أموت على فراشي، حتف أنفي، كما يموت البعير فلا نامت أعين الجبناء

انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کبھی تبدیلی آئی تو وہ اُن غیر معمولی لوگوں کے ہاتھوں وقوع پزیر ہوئی جنہوں نے غیر معمولی خطرات کا سامنا کیا کیونکہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنی جانیں تک داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھے۔ جہاں تک اسلامی امت کا تعلق ہے تو اس کی پوری تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام کا غیر معمولی اور ناقابل مثال پھیلاؤ بہت سارے اُن مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا جنہوں نے اپنی جانیں میدان جنگ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیش کردیں تھیں۔

"میں نے شہادت کی جستجو میں اتنی جنگیں لڑی ہیں کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو تیر یا تلوار کی وجہ سے نشان زدہ اور زخمی نہ ہوا ہو۔ اور اب میں یہاں پڑا ہوں، بوڑھے اونٹ کی طرح اپنے بستر پر مر رہا ہوں۔ بزدلوں کو کبھی سکون نہ ملے!"۔

آج کی مغربی اقوام کی افواج کے برخلاف دورِ خلافت میں افواج کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے دماغ کو پر سکون رکھنے والی گولیاں نہیں کھانی پڑتی تھیں۔ نہ کسی ایسے قانون کی ضرورت تھی کہ جس کے تحت لوگوں کو اس بات کا پابند کیا جاتا ہو کہ جب انہیں لڑنے کے لیے بلایا جائے تو لازمی آئیں گے ورنہ انہیں سزا دی جائے گی بلکہ مسلمان افواج میں شامل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور اس میں شامل ہونے پر خوشیاں مناتے تھے۔ اور نہ ہی ایسے اسپتال بنانے کی ضرورت پیش آتی تھی کہ جہاں جنگ سے واپس آنے والوں کو اس وجہ سے داخل کیا جاتا ہو کہ وہ موت کے شدید خوف کا شکار ہوں۔ اُن لوگوں کا افواج میں شامل ہونے کا مقصد نہ تو ریٹائرمنٹ کے بعد ملنے والے شاندار فوائد ہوتے تھے، نہ ہی پلاٹس یا پنشن، بلکہ وہ ایسی موت کی خواہش لیے آتے تھے جس کے ساتھ جنت کے سب سے بلند مرتبے اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا وعدہ جڑا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ لاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ كَفَرُواْ وَقَالُواْ لإِخْوَنِهِمْ إِذَا ضَرَبُواْ فِى الاٌّرْضِ أَوْ كَانُواْ غُزًّى لَّوْ كَانُواْ عِنْدَنَا مَا مَاتُواْ وَمَا قُتِلُواْ لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِى قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُحْيِى وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ - وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِى سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ "مومنو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور ان کے

(مسلمان) بھائی جب (اللہ کی راہ میں) سفر کریں (اور مر جائیں) یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں) تو ان کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کردے اور زندگی اور موت تو اللہ ہی دیتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم اللہ کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے" (آل عمران: 156-157)۔ لہٰذا مسلمانوں کے افواج کو روکنا ناممکن ہوتا تھا، وہ مشرق و مغرب کے زمینیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کے نفاذ کے لیے فتح کرتے تھے، اور صرف شہادت یا کامیابی ان کا مطمع نظر ہوتی تھی۔

آج کے اس بحرانی دور میں سب سے بہترین موت کی خواہش بہت ضروری ہے جب ہمارے دشمن بڑھتے چلے آرہے ہیں اور امت کے حقوق جابر حکمرانوں کے ہاتھوں پامال ہو رہے ہیں جو ہمارے دشمنوں کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ وہ افسران جو نبوت کے منصوبے کے لیے نصرۃ فراہم کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ بہترین موت کی خواہش رکھیں اور اس کے لیے دعا کریں، کہ یہ وہ عمل ہے جس کی تکمیل کے بعد تاریخ کا دھارا اسلام کے حق میں تبدیل ہو جائے گا۔ صرف ایسی شاندار موت کی خواہش ہی مسلم افواج کے افسران کو اس ذاتی خطرے کا سامنا کرنے کے قابل بنائے گی جب وہ کفر کی حکمرانی کے خاتمے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کے قیام کے لیے حرکت میں آئیں گے۔ تو ایسے افسران کو حضرت سعدؓ کی موت کو یاد کرنا چاہیے جنہوں نے مدینے میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔ جب سعدؓ کا انتقال ہوا اور ان کی والدہ شدت غم سے رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا، **«ليرقأ (لينقطع) دمعك، ويذهب حزنك، فإن ابنك أول من ضحك الله له واهتز له العرش»** "آپ کے آنسو خشک ہو جائیں اور غم ہلکا ہو جائے اگر آپ یہ جان لیں کہ آپ کا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے اللہ مسکرائے اور ان کا عرش لرز گیا" (الطبرانی)۔

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«سيد الشهداء حمزة ورجل قام إلى إمام جائر فنصحه فقتله»** "شہداء کے سردار حمزہؓ ہیں اور وہ شخص جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہوا، اسے صحیح نصیحت کی اور حکمران نے اسے قتل کر دیا" (الحاکم)۔ اور خلافت کا داعی یہ بات جانتا ہے کہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کی جدوجہد کا مطلب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس دنیاوی زندگی کی آسودگیوں اور آرام کو قربان کر رہا ہے۔

اور افواج کے افسران کے علاوہ، جابر و ظالم حکمرانوں کے سامنے خلافت کے سیاسی داعیوں کو بھی اس بہترین موت کی خواہش کے ساتھ جدوجہد کرنی ہوگی۔ یقیناً جو شخص اس بات پر کامل یقین رکھتا ہے کہ موت، جو اس کے لیے سب سے بڑا نقصان ہو سکتی ہے، صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے تو وہ موت سے کم تر نقصان، جیسے ظلم، تشدد، قید یا اغوا سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص سب سے زیادہ استقامت کے ساتھ حق پر ڈٹا رہتا ہے اور دھمکیوں اور ہراسگی سے سب سے کم خوفزدہ ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ اگر ظالم حکمران کا احتساب کرنے کی وجہ سے اسے قتل بھی کر دیا جائے تو اس کا بدلا شہادت جیسا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«سيد الشهداء حمزة ورجل قام إلى إمام جائر فنصحه فقتله»** "شہداء کے سردار حمزہؓ ہیں اور وہ شخص جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہوا، اسے صحیح نصیحت کی اور حکمران نے اسے قتل کر دیا" (الحاکم)۔ اور خلافت کا داعی یہ بات جانتا ہے کہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے دوبارہ قیام کی جدوجہد کا مطلب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس دنیاوی زندگی کی آسودگیوں اور آرام کو قربان کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«فوالله لا أزال أجاهد عن الذي بعثني الله به حتى يظهره الله أو تنفرد هذه السالفة»** "اللہ کی قسم، میں اس مقصد کے لیے کام کرتا رہوں گا جس کے لیے اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ یہ (دین) کامیاب ہو جائے یا میری گردن کٹ جائے"۔

تو خلافت کے داعی اور انصار (نصرۃ فراہم کرنے والے) اس آیت پر بھر غور کریں کہ زندگی دینے والا اور موت دینے والا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ مسلمانوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے منہ سے جابر نمرود کے سامنے کہلوائے، **﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾** "میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے" (البقرۃ: 258)۔ جابر حق کے داعی کی زندگی و موت کا فیصلہ نہیں کرتا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾** "اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت

ان کی روحیں قبض کرلیتا ہے"(الزمر:42)۔
جابر کا ظلم وجبر زندگی کو طویل یا مختصر نہیں کرتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلاً**﴾"اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کرکے لکھ رکھا ہے" (آل عمران:145)۔ جابر حکمران کا احتساب کرنا جلد ہمیں ہماری قبر میں نہیں پہنچاتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ**﴾"پھر اس کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا"(عبس:21)۔ تمام تر دولت، اختیار اور قوت کے باوجود لوگوں کی زندگی وموت کے فیصلوں کے حوالے سے جابر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ**﴾ "اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے۔ وہی زندگانی بخشتا ہے (وہی) موت دیتا ہے"(التوبۃ:116)۔ مسلمانوں کو ان آیات پر انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہیں کہ موت زندگی کا اختتام ہے اور یہ کہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے جو موت دیتے ہیں۔
اور آج خلافت کے داعیوں اور انصار کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے فیصلہ کن طور پر آگے بڑھنا ہے، جن کے پاس یہ علم ہے کہ کوئی موت کو التواء میں نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی اس سے فرار ممکن ہے۔ وہ جابر کو اکھاڑ پھینکنے کے اپنے فرض کی ادائیگی سے دور نہیں بھاگتے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلاَقِيكُمْ**﴾ "کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آکر رہے گی"(الجمعہ:8)۔ وہ دین کو ایک ریاست واختیار کی صورت میں قیام کی ذمہ داری سے نہیں بھاگتے کہ اس طرح ان کی زندگی طویل ہو جائے گی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ**﴾" جب وہ (موت کا وقت) آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کرسکتے ہیں نہ جلدی "(اعراف:34)۔ اور وہ کوئی بہانہ تراش کر اللہ کے دین کے قیام کی ذمہ داری سے پیچھے نہیں ہٹتے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،
﴿**أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ**﴾ "تم کہیں رہو موت تو تمہیں آکر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو" (النساء:78)۔

یقیناً یہ لازم ہے کہ جو اس زندگی سے جڑے رہتے ہیں تو وہ ان لوگوں سے شکست کھا جائیں گے جو اپنی نگاہیں اُس موت پر جمائے رکھتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور جس کے مظاہر رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیکھے گئے تھے جب امت کی تاریخ میں پہلی بار اللہ کی کتاب کی بنیاد پر حکمرانی قائم کی گئی تھی۔ اور ایسا ایک بار پھر بہت جلد ہو گا، ان شاءاللہ، کہ جب وہ لوگ جو اس زندگی سے زیادہ اپنی موت سے محبت کرتے ہیں وہ اپنے دشمنوں پر غالب آجائیں گے اور اللہ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی بحال ہو جائے گی۔ تو آج کے خلافت کے داعی اور انصار سبق لیں! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ**﴾ "مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤگے "(الانفال:24)۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 25 سے

شرعی طور پر مذمت سے مراد ہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماعِ صحابہؓ سے اس بات کی دلیل ملتی ہو کہ اس عمل کو ترک کرنے والا شخص ناقص اور قابل مذمّت ہوگا۔

اس عمل کے چھوڑے جانے پر لوگوں کی مذمّت قابل التفات نہیں بلکہ جو چیز معتبر ہے وہ شرعی طور پر مذمّت ہے۔ اور اگر شارع کا خطاب فیصلہ کن انداز میں کسی عمل کے چھوڑے جانے سے متعلق ہے تو وہ عمل حرام ہے اور حرام اور محظور مترادف ہیں۔ اور حرام وہ ہے جسے کرنے والا شرعی طور پر مذمّت کے قابل ہے۔

مجھے اُمید ہے یہ وضاحت کافی ہے۔

آپ کا بھائی

عطا بن خلیل ابو الرَشتہ

27 ذی القعد 1439 ہجری

9 اگست 2018

ختم شد

اخلاقیات کے بعد کیا ہے؟

تحریر: لطفی بن محمد، ملیشیاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سالہا سال سے یہ صورتِ حال ہمارے سامنے ہے کہ مذہبی تقاریر کو اخلاقیات کی دعوت تک محدود رکھا جاتا ہے، خصوصاً وہ باضابطہ تقاریر جن کو میڈیا پر نشر کرنے کی اجازت دی جاتی ہے اور اخلاقیات کا تعلق تمام معاملات سے جوڑا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جس مسئلے کی تشخیص کی گئی وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق زوال کا شکار ہوگئے ہیں۔ چنانچہ یہ دعٰوی کیا جاتا ہے کہ اخلاقیات کی طرف دعوت دینا اور اسے اسلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ بنانا یقینی طور پر مسلمانوں کی حالت کو بدل دے گا۔ اس بنیاد پر پے در پے کانفرنسیں کی گئی اور کتابیں چھاپ کر مفت تقسیم کی گئی۔ یہ سب اسلامی اخلاقیات کو بحال کرنے اور ان کو مسلمانوں کے اعمال کی بنیاد بنانے کے لیے کیا گیا۔ اخلاقیات پر مبنی مضامین اور ادب کو معاشرتی اور علمی علوم کی سٹڈی میں شامل کیا گیا، حتیٰ کہ یونیورسٹیوں میں اخلاقی موضوعات کو نصاب کے طور پر شامل کیا گیا۔ انھوں نے اخلاقیات کو دین اور دنیا میں تقسیم کیا۔ انھوں نے تمام مذاہب میں اخلاقی سوچ کے تقابل کی بات کی، اور دعویٰ کیا کہ اخلاقیات ہی تمام مذاہب کی سب سے اہم قدرِ مشترک ہے۔ انھوں نے ہر پلیٹ فارم کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور اقدار پر تقاریر کے لیے استعمال کیا، اس بنا پر کہ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے حامل اور رواداری و درگزر والی شخصیت تھے، اور آپ ﷺ کا پیغام جاہلیت کے دور میں موجود اخلاقیات کو درست و کامل بنانے کے لیے تھا اور اسلام ایک اخلاقی تحریک پیدا کرنے اور اخلاقیات کو ربانی رنگ دینے کے لیے تھا۔

غور طلب بات ہے کہ اخلاقیات کی دعوت میں مبالغہ آرائی پیدا کر کے بہت سی حکومتیں اسے اپنے لیے استعمال کر رہی ہیں جہاں اس کے لیے بہت سے سرکاری اور نجی مواقع قائم کیے گئے ہیں۔

سالہا سال سے یہ صورتِ حال ہمارے سامنے ہے کہ مذہبی تقاریر کو اخلاقیات کی دعوت تک محدود رکھا جاتا ہے، چنانچہ یہ دعٰوی کیا جاتا ہے کہ اخلاقیات کی طرف دعوت دینا اور اسے اسلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ بنانا یقینی طور پر مسلمانوں کی حالت کو بدل دے گا۔ اسلام اپنے ہی علاقوں میں اجنبی ہو گیا ہے اور بیوقوف لوگ ہماری طرف سے بولنے لگے ہیں۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کی تمام تر کوششوں کے کے باوجود ہوا جو اخلاقی طریقے کی دعوت دیتے ہیں، چاہے وہ ایسا اخلاص کے ساتھ کریں یا عدم اخلاص کے ساتھ۔ اس طرزِ دعوت پر بحث کرنے اور اس کے فوائد و نقصانات بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مختلف پہلوؤں کو پر نظر ڈالی جائے تاکہ ذہن میں موجود شکوک دور ہو سکیں اور اس کے بارے میں تصورات درست ہو سکیں۔

لیکن ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس طرزِ عمل کو ایک تنقیدی نظر اور مکمل آگہی سے دیکھیں، خصوصاً جب ہم امت میں اخلاقیات کے زوال سے متعلق دردناک واقعات سنتے ہیں۔ ہمارے معاشی مسائل بڑھ چکے ہیں، غربت میں اضافہ ہوگیا ہے، زمینوں پر اغیار کا قبضہ ہے، جہالت اور کرپشن عام ہو چکی ہے، چاہے اخلاقیات میں ہو یا تنظیم و ادارہ میں یا سیاست میں یا پھر خاندانوں میں۔ بہت سی اقدار ختم ہو چکی ہیں اور اسلام اپنے ہی علاقوں میں اجنبی ہو گیا ہے اور بیوقوف لوگ ہماری طرف سے بولنے لگے ہیں۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کی تمام تر کوششوں کے کے باوجود ہوا جو اخلاقی طریقے کی دعوت دیتے ہیں، چاہے وہ ایسا اخلاص کے ساتھ کریں یا عدم اخلاص کے ساتھ۔ اس طرزِ دعوت پر بحث کرنے اور اس کے فوائد و نقصانات بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مختلف پہلوؤں کو پر نظر ڈالی جائے تاکہ ذہن میں موجود شکوک دور ہو سکیں اور اس کے بارے میں تصورات درست ہو سکیں۔

فیروز آبادی نے خُلق کی تعریف یوں کی ہے: میلان، اندرونی فطرت، انسانیت اور طرزِ زندگی۔ ماہرینِ زبان لفظ خَلق اور خُلق میں فرق کرتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں، والخَلق والخُلق في الأصل واحد كالشَّرب والشُّرب، والصَّرم والصُّرم، لكن خُصَّ الخَلق بالهيئات والأشكال والصور المُدرَكة بالبصر، وخُصَّ الخُلق بالقوى والسجايا المُدرَكة بالبصيرة "خَلق اور خُلق کی اصل ایک ہی ہے جیسے شَرب اور شُرب (پینا) یا صَرم اور صُرم (قطع و برید کرنا)۔ لیکن لفظ خَلق ہیئت، اشکال اور تصاویر کی طرف اشارہ کرتا ہے جنہیں دیکھا جا سکتا ہے جبکہ لفظ خُلق اس طاقت و نفسیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو باطن

و بصیرت سے پرکھی جاتی ہے"۔ جہاں تک شرعی تعریف کا تعلق ہے، تو لفظ خُلق قرآن میں اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے جو اپنے لفظی معنی کے مخالف نہیں۔ خُلق دو مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ پہلی آیت ہے،

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ

"یہ تو بس پہلے لوگوں کی ایک عادت ہے" (الشعراء: 137)

ابنِ عباسؓ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ یہاں لفظ خُلق سے مراد ہے ان (پہلے لوگوں) کا مذہب، روایات، اخلاق اور طرزِ زندگی۔ دوسری آیت رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتی ہے،

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

"اور بے شک آپ ﷺ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں" (القلم: 4)

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، "اللہ تعالیٰ یہاں نبی ﷺ کو یہ یاد کروا رہے ہیں کہ اے محمد! بے شک آپ ادب کے عظیم مرتبے پر ہیں اور یہ قرآن کا ادب ہے جس کے ذریعے آپ کو ادب سکھایا گیا یعنی اسلام اور شریعت۔ ہم اور تفسیر کے علماء اس کے متعلق یہی کہتے ہیں"۔ اور ابنِ عباس، مجاہد، ابن زید اور ضحاک نے آیت **(خُلقٍ عظیم)** کے متعلق اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے: دینِ عظیم۔

سنت میں خُلق متعدد روایات میں کئی معنی میں آیا ہے جن کا یہاں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے خُلق کو ایسے بیان کیا، **کان خُلُقه القرآن** "آپ ﷺ کا خُلق قرآن ہے" (احمد)۔ مسلم نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **البرُّ حُسْنُ الخُلُق** "نیکی اچھا اخلاق ہے"۔

اصطلاحاً، طاہر بن عاشور نے اخلاق کی تعریف ایسے اوصاف کے طور پر کی ہے جو کسی شخص کی ذات میں اچھی طرح پیوست ہوں اور اچھائی اور برائی کے لحاظ سے اعمال کو جنم دیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ خُلق حسن ہے اور اس کے علاوہ سب قبح ہے۔ شیخ تقی الدین النبہانی نے اخلاق کو فرد کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ اخلاق ان احکام میں سے ہیں جو انسان کے خود اپنے ساتھ

چونکہ شریعت بہت سے احکام دیتی ہے اور ان پر چلنے کا کہتی ہیں، اخلاق سے متعلق احکام بھی اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی ہی ہیں، جن میں اور دوسرے احکام میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اخلاقیات کے الگ باب نہیں رکھے، کیونکہ وہ انہیں شریعت ہی کا ایک حصہ سمجھتے تھے، یعنی ایسے اوامر جن کی بجا آوری لازم ہے۔ لہٰذا معاشرے میں اخلاقیات کو عملی طور پر وجود میں لانے کے لیے عمومی طور پر اسلامی جذبات و احساسات اور اسلام کے نظاموں کو وجود بخشنے کی ضرورت ہے۔

تعلق استوار کرتے ہیں، جیسا کہ لباس اور کھانے پینے کے احکام۔ چونکہ شریعت بہت سے احکام دیتی ہے اور ان پر چلنے کا کہتی ہیں، اخلاق سے متعلق احکام بھی اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی ہی ہیں، جن میں اور دوسرے احکام میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اخلاقیات کے الگ باب نہیں رکھے، کیونکہ وہ انہیں شریعت ہی کا ایک حصہ سمجھتے تھے، یعنی ایسے اوامر جن کی بجا آوری لازم ہے۔ لہٰذا معاشرے میں اخلاقیات کو عملی طور پر وجود میں لانے کے لیے عمومی طور پر اسلامی جذبات و احساسات اور اسلام کے نظاموں کو وجود بخشنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی معاشرہ ایک انسانی تشکیل ہے جو ایک مخصوص طرزِ زندگی پر چلتا ہے جو افکار، جذبات اور نظام پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں روحانی پہلو تمام معاملات میں عقیدۂ اسلام سے جڑا ہوتا ہے۔ اسلام نے معاشرے میں اعلیٰ اقدار کی حفاظت کے لیے زندگی کے تمام معاملات میں فرد اور معاشرے کی رہنمائی کی ہے۔ مثلاً اسلام نے غربت کے خاتمے کے لیے وہ تمام احکام دیے ہیں جو دولت کو معاشرے میں گردش کرواتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم، وقف، ذخیرہ اندوزی کی روک تھام، دو دھاتوں (سونا چاندی) کے ساتھ کرنسی کا منسلک ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ دراصل ان احکامات کا نفاذ ہی ہے جو ایسے معاشرے کو جنم دے گا جہاں غربت اور غریب نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اس معاملے میں اخلاق کا کردار ثانوی ہے۔ اسی طرح ظلم کا تدارک شرعی قاضیوں کی موجودگی سے ہوتا ہے جو اسلام کے مطابق فیصلہ کریں اور اسلام کی بنا پر معاملے کی وضاحت کریں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھیک مانگنے والے کے اخلاق کو اچھا نہیں کہا، آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلانے والے سے پوچھا، هل في بيتك شيء "کیا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟" اس نے جواب دیا، "میرے پاس ایک کپڑا اور پیالہ ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ائتني بهما "انھیں میرے پاس لاؤ"۔ وہ شخص یہ چیزیں آپ ﷺ کے پاس لایا، آپ ﷺ نے یہ چیزیں لے کر کہا، من يشتري هذا؟ "کون یہ چیزیں خریدے گا؟" ایک صحابیؓ نے کہا، "میں، یا رسول اللہ ﷺ"۔ نبی ﷺ نے پوچھا، بکم؟ "کتنے میں؟"۔ اس نے جواب دیا،

"ایک درہم میں"۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، من یزید؟ "کون اس (ایک درہم) سے زیادہ دے گا؟"۔ ایک اور شخص نے کہا، "میں انھیں دو درہم میں خریدوں گا"۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں دو درہم میں بیچا اور مانگنے والے کو کہا، **خذ هذين الدرهمين، واشترِ بأحدهما طعامًا لأهلك وبالثاني فأسًا** "یہ دو درہم لو، ایک سے گھر والوں کے لیے کھانا خریدو اور دوسرے سے ایک کلہاڑی"۔ وہ شخص گیا اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق ایک کلہاڑی لے کر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اس پر دستہ لگایا اور کہا، **اذهب بهذا الفأس واحتطب به، ولا تأت إلينا إلا بعد خمسة عشر يومًا** "جاؤ جا کر اس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو، اور 15 دن تک ہمارے پاس مت آنا"۔ وہ شخص چلا گیا، لکڑیاں کاٹتا اور ان کو بیچتا۔ 15 دن بعد وہ اپنی کمائی کے طور پر 10 درہم لے کر آیا۔

جب ایک شخص نبی ﷺ کے پاس ایک دوسرے شخص کے خلاف شکایت لے کر آیا، تو نبی ﷺ نے دونوں کا مدعا سننے کے بعد مظلوم کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جب یہودیوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو محض دعا کرنے کا نہیں کہا بلکہ آپ ﷺ نے افواج کو متحرک کیا کیونکہ اسلام اللہ کے آگے جھکنے کا نام ہے، نہ کہ دشمنوں کے آگے۔ جب رسول اللہ ﷺ رحلت کے قریب تھے تو انھوں نے اسامہؓ کا لشکر روانہ کیا۔۔۔ یہ تمام معاملات یہ ثابت کرتے ہیں کہ پوری انسانیت میں اخلاق کے اعتبار سے بہترین شخص نے وحی کے مطابق عمل کیا اور ہر معاملے کو اس معاملے سے متعلق شریعت کے احکامات کے ذریعے طے کیا۔ تو وہ لوگ جو اخلاق کو ہر مسئلے کا حل سمجھتے ہیں، کہاں کھڑے ہیں؟ لوگوں کو اخلاق کی طرف بلانے سے غربت، ظلم اور قبضوں کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ یہ محض اسلام اور اس کے احکامات کی ایک کمزور سمجھ اور ٹیڑھی منطق ہے۔ علاوہ ازیں یہ اسلام کو محدود کرنے اور اسے دوسرے مذاہب کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش ہے۔ اسلام کا یہ دنیوی نظریہ دراصل اس سوچ سے مماثلت رکھتا ہے جو سیکولرازم مذہب کے متعلق اور زندگی میں مذہب کے کردار کے متعلق رکھتا ہے۔

جب عثمانی خلافت کے دور میں ایک برطانوی سیاح جدہ (حجاز) آیا تو ایک ہفتے میں تمام مذہبی معاملات سمجھ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حاکم اور عوام اپنے تمام تر دنیاوی معاملات میں اسلام ہی کو واحد بنیاد بناتے تھے۔ اس کے برعکس ہماری زمینوں میں موجود حکومتیں ایسے معاشرے قائم کرنے کی انتھک کوشش کر رہی ہیں جو نہ تو خالصتاً اسلامی ہوں نہ ہی سیکولر، بلکہ دونوں کا ملاپ ہوں۔ وہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر ایسا ہوتا تو قرآن صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کا مقصد مختلف اقوام کو اخلاقی اقوام بنانا ہوتا۔ جبکہ یہ اسلام کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے جو لوگوں کو مخلوق کی عبادت سے نکال کر خالق کی عبادت میں لانا ہے۔

مزید وضاحت کے لیے کچھ اور مثالوں کو دیکھتے ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ مغربی دنیا کی کچھ ترقی یافتہ قومیں غربت کے خاتمے کا دعویٰ کرتی ہیں جبکہ ان کے گرے ہوئے اخلاق سے کوئی پردہ نہیں جیسے جنسی بے راہ روی، شراب نوشی، رشتوں کی پامالی اور نسل پرستی۔ ان تمام شیطانی اعمال کے باوجود ہم وہاں غربت نہیں دیکھتے۔ دوسرے طرف ہم غربت کو مسلم ممالک میں حاوی پاتے ہیں باوجود یہ کہ بہت سے لوگوں کے اخلاق اچھے ہیں جیسا کہ سوڈان اور موریطانیہ کے لوگوں کے۔ لہٰذا اخلاق کبھی بھی معاشرے کے قیام اور اس کے عروج و زوال کی بنیاد نہیں ہوتے لیکن جو چیز معاشرے پر اثر کرتی ہے وہ معاشرے کی عمومی روایات ہوتی ہیں۔ جب عثمانی خلافت کے دور میں ایک برطانوی سیاح جدہ (حجاز) آیا تو ایک ہفتے میں تمام مذہبی معاملات سمجھ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حاکم اور عوام اپنے تمام تر دنیاوی معاملات میں اسلام ہی کو واحد بنیاد بناتے تھے۔ اس کے برعکس ہماری زمینوں میں موجود حکومتیں ایسے معاشرے قائم کرنے کی انتھک کوشش کر رہی ہیں جو نہ تو خالصتاً اسلامی ہوں نہ ہی سیکولر، بلکہ دونوں کا ملاپ ہوں۔ وہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا اخلاق کی طرف دعوت دینے والوں کو بڑی تعداد میں ایسے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کے افکار مبہم اور رویہ آلودہ ہو چکا ہوتا ہے۔ جب وہ ان کو وعظ و نصیحت سے مخاطب کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کا اثر اس نصیحت کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اسے فقط اخلاق تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اتنا اہم ہے کہ اسے اسلام کے کسی ایک حصے تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اسے ایک ایسے مسئلے کے طور پر دیکھنا ضروری ہے جو اس امت کے مقصد کا تعین کرتا ہے وہ امت جسے اسلام کے پیغام کا علمبردار ہونا چاہئے۔ یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک معاشرے کی فکری قیادت اسلامی

عقیدے کے افکار، جذبات اور نظام پر استوار نہ ہو جائے۔اسی طرح حقیقت کواس کے تمام تر زاویوں کے ساتھ واضح طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے، خاص طور پر سیاسی زاویے کو۔ میڈیا اور کئی تحریکیں جو اخلاقی اصلاح کے رستے پر چل رہی ہیں وہ واضح طور پر باطل کا سامنا نہیں کرتی۔اس کے برعکس ان کا طریقہ باطل کے سامنے خاموش رہ کر باطل کو طاقت بخشتا ہے۔اس رستے پر چل کر وہ لوگوں کو تو موردِالزام ٹھہراتے ہیں مگران حکومتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو لوگوں پر کفریہ قوانین کے ذریعے ظلم اور کرپشن نافذ کرتی ہیں۔ بے شک لوگوں کو اسلام اور عقیدے کی طرف دعوت جامع ہونی چاہیے۔اس کی دلیل میں وہ تمام احادیث موجود ہیں جو اقتدار اور استخلاف کو اللہ کے احکامات کی اطاعت سے جوڑتی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة نبيه** "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہاہوں جو اگر تم پکڑے رکھو تو گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اوراس کے نبی کی سنت"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضّوا عليها بالنواجذ** "میری سنت اور میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین کی مثالوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ان کی پیروی کرنا اور ان کو پکڑے رکھنا"۔ یہ قانونی احکامات بالکل ختم ہوگئے اور کچھ کے مطابق تاریخ کے قصے بن کر رہ گئے۔موجودہ وقت کے حساب سے اسلام کی صلاحیت پر شکوک جنم لینے لگے اور کچھ کے نزدیک یہ ایک دقیانوسی چیز تھی جسے تبدیلی کی ضرورت تھی۔یہ اور اس جیسے دیگر افکار کو پھیلایا گیا اور انہیں جگہ دینے کے لیے موزوں حالات پیدا کیے گئے۔اخلاقیات کے طور پر اسلام کی دعوت دینے والے لوگوں نے نہ تو اسلام کو واضح کیا نہ ہی اسے اس کا حق دیا بلکہ اسلام کی محدود سوچ پیش کی۔حق اور باطل کے درمیان جاری جدوجہد میں سیکولر اسلام دشمنوں نے اس موقع کو اپنے زہریلے افکار پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔یقیناً اس امر میں تسلسل امت کو گمراہ کرنے اور الجھن بڑھانے کی کوشش ہے، خصوصاً جب خوفناک بگاڑ اور کرپشن موجود ہے اور بڑھ رہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی بھی اصلاحی کوشش جو اس سوچ کو لے کر لوگوں کی حالت کو بدلنے کی کوشش کرے گی، وہ لوگوں پر اثرانداز نہیں ہوسکتی جب تک یہ سوچ ایک گروہ نہ اپنا لے جو اس سوچ پر قائل ہو اور اس سوچ کو لوگوں تک لے جائے تاکہ وہ اس کے حامل بنیں اور اس کے ساتھ کام کریں۔ یہ زندگی کی روایت ہے۔ امت کا اپنی فطرت میں سیاسی ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معاشرے کے سیاسی ہونے کی وجہ سے تبدیلی کے لیے سیاسی عمل ضروری ہے۔یہ اس لیے کہ صرف سیاسی نظریہ ہی ایک جامع عمل کا حامل ہو سکتا ہے،ایک غیر سیاسی گروہ نہ تو ایسا نظریہ پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی ایک جامع کوشش کر سکتا ہے۔ ایک سیاسی گروہ ہی معاشرے کو اپنے نظام و قوانین سے تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور یہ طے ہے کہ وہ جو ایسی نظریاتی تبدیلی کی سوچ رکھیں گے، ان کو معاشرے کے حکام سے ٹکرانا پڑے گا کیونکہ ان کا مقصد اس معاشرے کو تبدیل کرنا ہے جس پر ایسے افکار و قوانین کے ذریعے حکومت کی جاتی ہے جو اس کا نظریہ ہی نہیں ہے۔ لہٰذا جو بھی اس نظام کا متبادل پیش کرے گا، اسے حکومت سے ٹکرانا پڑے گا۔اسی وجہ سے یکسر اور بنیادی تبدیلی کے لیے سیاسی عمل لوگوں میں قابل قبول نہیں ہوتا جبکہ وہ جانتے ہیں کہ یہی درست ہے۔یہی وجہ ہے کہ سیاسی جماعتوں پر ہی حکومتوں کی طرف سے سب سے زیادہ ظلم کیا جاتا ہے۔ یہ جماعتیں قوانین اور نظام پر مشتمل ایک متبادل سیاسی ڈھانچہ پیش کرتی ہیں جو موجودہ حکومتوں کے وجود کے لیے خطرہ ہوتا ہے۔ یہ ان گروہوں کے برخلاف ہے جو دوسرے متعدد فریم ورک، جیسے سول سوسائٹی یا اخلاقی گروہوں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک کی حکومتیں اخلاقی طریقے والوں کی مدد کرتی ہیں اور ان کے لیے رستے کھول دیتی ہیں۔ یہ عمل حکومتوں کو مسلمانوں کی حمایت مہیا کرتا ہے خصوصاً جب وہ ان حکمرانوں کو علماء سے ملتے اور میٹنگ کرتے دیکھتے ہیں۔ یوں یہ حکمران امت کے بیٹوں کو گمراہ کرتے ہیں۔یقیناً اسلام جامع ہے اور تبھی اپنا فائدہ دیتا ہے جب اسے معاشرے میں جامع طور پر نافذ کیا جائے۔ پھر وہ روایات جو نظام، افکار اور جذبات میں پائی جاتی ہیں، افراد کی کردار سازی کرتی ہیں اور جن کو حکمران نافذ کرتے اور معاشرے میں پھیلاتے ہیں۔

آخر میں، فکر اور طریقے میں اسلامی نظریے سے ہٹ جانا ہی کمزوری اور ذلت کی وجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس طریقے پر حکومت و اختیار نہیں دے گا جس طریقے پر کفار حکومت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو حکومت و اختیار صرف اسلامی طریقے سے ہی ملے گا۔ اسلام ایک روحانی اور سیاسی عقیدہ ہے یعنی اسلام ایک فکری نظام ہے جو معاشرے کے تمام تر تعلقات کو منظم کرتا ہے خواہ یہ حکومت سے متعلق ہوں یا معیشت، تعلیم اور خارجہ پالیسی سے متعلق،اور ان کا واحد ماخذ اسلامی عقیدہ ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جو یقیناً اس مخصوص طرزِ زندگی کی طرف لے جائے گا جو حقیقی نشاۃ ثانیہ ہے۔

ختم شد

امریکا کے ساتھ کوئی ڈبل گیم نہیں کی جارہی، پاکستان امریکا کی ماتحت ریاست ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کافی عرصے سے پاکستان میں آنے والی مختلف حکومتیں یہ تاثر دیتی رہی ہیں کہ وہ امریکا کے ساتھ ڈبل گیم یعنی دھوکا کررہیں ہیں۔ یہ حکومتیں ایسا اس لیے کہتی رہی ہیں کیونکہ وہ مسلسل پاکستان کے مسلمانوں کے مفادات کو امریکی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے قربان کرتی آرہیں ہیں۔ لہٰذا اس غدارانہ عمل کی وجہ سے پیدا ہونے والے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے انھوں نے یہ موقف اپنائے رکھا کہ وہ ڈبل گیم کررہیں ہیں تاکہ اپنی غداری پر پردہ ڈال سکیں۔ افغانستان میں جاری جنگ اور افغان طالبان کے حوالے سے پاکستان کے خلاف انتہائی سخت امریکی بیانات حکمرانوں کی جانب سے کیے جانے والے ڈبل گیم کے تاثر کو بظاہر تقویت پہنچاتے ہیں۔ لیکن مشرف کے دور سے لے آکر آج تک وقوع پذیر ہونے والے سیاسی حقائق کے تفصیلی اور گہرے تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حکمرانوں کی جانب سے امریکا کے ساتھ کوئی ڈبل گیم نہیں کی گئی۔ درحقیقت پاکستان اپنے تمام معاملات میں امریکا کی ماتحت ریاست ہے۔

اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے ریاستیں مختلف اسالیب اور طریقے اختیار کرتی ہیں۔ ریاستوں کی جانب سے اہداف کے حصول کے لیے منصوبوں کی تشکیل ایک عمومی پالیسی ہوتی ہے۔ یہ منصوبے عام طور پر طویل مدت کے لیے بنائے جاتے ہیں اور یہ کم ہی تبدیل ہوتے ہیں لیکن ان منصوبوں پر عملدرآمد کے لیے اختیار کیے جانے والے اسالیب تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اسالیب یا طریقہ کار ایک مخصوص پالیسی ہوتی ہے جس کا تعلق اس منصوبے کی تفصیلات یا جزیات سے ہوتا ہے۔ یہ اسالیب اس منصوبے کی تکمیل یا اس کی مضبوطی کے لیے معاون ہوتے ہیں۔ تو ریاست اپنے ہدف کا تعین کرتی ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتی ہے جبکہ منصوبے کا دوسرا حصہ اس ہدف کو حاصل کرنے کی عملی تفصیلات ہوتی ہیں۔

2008 سے افغانستان کے لیے امریکا کا منصوبہ یہ ہے کہ وہ افغانستان کے مسئلے کے لیے ایک ایسے سیاسی حل کے حصول کے لیے کام کررہا ہے جہاں طالبان کو بھی کابل کی حمایت یافتہ حکومت کا حصہ بنایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ امریکا کو اس بات کی آزادی ہو کہ وہ افغانستان میں اپنے فوجی اڈے برقرار رکھ سکے۔ ان فوجی اڈوں کو اس بہانے برقرار رکھا جائے گا کہ کابل حکومت نے اپنی بقاء کو یقینی بنانے کے لیے انہیں برقرار رکھنے کی درخواست کی ہے۔ اس ہدف کے حصول کے لیے

کافی عرصے سے پاکستان میں آنے والی مختلف حکومتیں یہ تاثر دیتی رہی ہیں کہ وہ امریکا کے ساتھ ڈبل گیم یعنی دھوکا کررہیں ہیں۔ یہ حکومتیں ایسا اس لیے کہتی رہی ہیں کیونکہ وہ مسلسل پاکستان کے مسلمانوں کے مفادات کو امریکی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے قربان کرتی آرہیں ہیں۔ لہٰذا اس غدارانہ عمل کی وجہ سے پیدا ہونے والے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے انھوں نے یہ موقف اپنائے رکھا کہ وہ ڈبل گیم کر رہیں ہیں تاکہ اپنی غداری پر پردہ ڈال سکیں۔

امریکا نے مذاکرات اور فوجی آپریشنز دونوں اسلوب اختیار کیے۔ اوباما کی پہلی مدت صدارات میں پینٹاگون اوباما کو اس بات پر قائل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا کہ افغانستان اور پاکستان میں مزاحمت کاروں کو کمزور کرنے کے لیے فوجی آپریشنز کا اسلوب اختیار کیا جائے، اور اس طرح مزاحمت کاروں کو سیاسی حل کے لیے مذاکرات کی میز پر بیٹھنے پر مجبور کیا جاسکے گا جبکہ دوسری جانب ان مذاکرات میں امریکا مضبوط پوزیشن سے بات کرسکے گا اور اس کی مرضی کا سیاسی حل نکل سکے گا۔

لیکن پاکستان اور افغانستان میں فوجی آپریشنز کے ذریعے مزاحمت کاروں کو کمزور کرنے میں ناکامی، امریکا میں افغان جنگ کا غیر مقبول ہونا اور دنیا کے دیگر معاملات میں امریکا کو درپیش چیلنجز، جیسا کہ ابھرتا ہوا چین، مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک میں انقلاب کی تحریکیں، عالمی معاشی تنزلی اور شمالی کوریا کا مسئلہ، عالمی معاملات میں چیلنجز میں اضافے نے امریکا کو افغانستان میں اپنے اسلوب کو بدلنے پر مجبور کیا۔ اب امریکا اپنے ہدف کے حصول یعنی افغانستان میں اپنے فوجی اڈوں کو برقرار رکھنے کے ہدف کے حصول کے لیے فوجی اسلوب کو چھوڑ کر کابل میں اپنی کٹھ پتلی حکومت کی زیر سرپرستی مذاکرات کے اسلوب کو اپنانے کی راہ پر چل پڑا ہے۔

11/9 کے بعد سے ایک کے بعد ایک آنے والی پاکستان کی حکومتیں امریکا کی وفادار رہیں اور اس کے مفادات کے حصول کے لیے فوری حرکت میں آتی رہیں بلکہ 11/9 سے پہلے بھی یہی صورتحال تھی۔ ماتحت ریاست کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ جس عالمی ریاست کی ماتحت ہوتی ہے اسی کی پالیسیوں کی پیروی کرتی ہے اس بات سے قطع نظر کہ وہ پالیسی یا عمل اس کے لیے نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔ پاکستان کے صدر پرویز مشرف نے ایک تقریر میں، جو کہ

اسلامی حوالاجات سے بھرپور تھی،اس بات کا اعلان کیا تھا کہ پاکستان امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے۔اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ پاکستان میں افغانستان پر امریکی حملے کے خلاف انتہائی مضبوط عوامی رائے پائی جاتی ہے، مشرف نے پاکستان کے بنیادی مفادات کا تعین کیا اور پاکستان کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ پاکستان کے ان مفادات پر کوئی سودے بازی نہیں کی جائے گی۔ 19 ستمبر 2001 کو مشرف نے کہا "ہمارے اہم مفادات ہماری خود مختاری، دوسرا ہماری معیشت، تیسرا ہمارے اسٹریٹیجک اثاثے (ایٹمی اور میزائل) ،اور چوتھا کشمیر ہے"۔ آنے والے سالوں میں پاکستان کے ان چاروں مفادات کو امریکی احکامات کی پیروی میں پاکستان کے حکمرانوں نے نظرانداز کر دیا۔

مشرف کی حکومت کی جانب سے افغان مزاحمت میں متحرک پختون قبائل کے خلاف شروع کیے گئے فوجی آپریشنز نے پاکستان کی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان فوجی آپریشنز کو بعد میں آنی والی حکومتوں نے بھی جاری رکھا۔ پاکستان اکنامک سروے کی 2016-17 کی رپورٹ کے مطابق حکومتِ پاکستان نے اندازہ لگایا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شرکت کی وجہ سے پاکستان کی معیشت کو 123.13 ارب ڈالر کا نقصان پہنچا جو کہ پاکستان کی کل ملکی پیداوار کا 40 فیصد بنتا ہے۔ امریکا کے ساتھ کیے گئے خفیہ معاہدے کے تحت پاکستان کے حکمرانوں نے امریکا کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ پاکستان کی خود مختاری کو تار تار کرتے ہوئے اس کی سرزمین پر پختون مزاحمت کاروں کے خلاف ڈرونز استعمال کرسکتا ہے۔

اس کے بعد امریکا نے پاکستان کے حکمرانوں کی اجازت سے ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کے خلاف فضائی حملہ کیا۔ جب ڈاکٹر عبدالقدیر پر یہ الزام لگا کہ انہوں نے ایٹمی راز مختلف ریاستوں کو فروخت کیے ہیں تو پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی زبردست جانچ پڑتال اور اس پر تنقید کی گئی۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر ادارتی قدغنیں لگانے کے لیے امریکا نے اس موقع کو استعمال کیا۔ واشنگٹن نے مطالبہ کیا کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام کے کمانڈ اینڈ کنٹرول اسٹرکچر کو مضبوط بنانے لیے طریقہ کار واضح کرے، اور اس طرح امریکا کو موقع ملا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی نگرانی کرسکے۔ مشرف نے کشمیری جہادی تنظیموں کو کالعدم قرار دیا اور اس کے دور میں پاکستان کی ریاست نے ہندو ریاست کے ساتھ نارملائزیشن کی پالیسی اختیار کر کے مسئلہ کشمیر کو پس پشت ڈال دیا - مشرف کے بعد ہر آنے والی حکومت نے اسی پالیسی کو جاری وساری رکھا۔

پاکستان کی افغانستان کے معاملات میں قابل ذکر مداخلت کی ابتدا اس وقت ہوئی جب امریکا کے قومی سلامتی کے مشیر بزین سکی نے افغانستان کے لیے منصوبہ بنایا۔ امریکی سی آئی اے اور پاکستان کی آئی ایس آئی کے مشترکہ اشتراک سے ایسی کارروائیاں کیں گئیں جس کے ذریعے امریکا نے سوویت یونین کو افغانستان پر حملے کے لیے اکسایا۔ اس کے بعد امریکا نے سوویت یونین کے خلاف افغان مجاہدین کو حمایت فراہم کرنے کے لیے پاکستان کو استعمال کیا جس کے نتیجے میں سوویت یونین کو شکست ہوئی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ افغان جنگ کے حوالے سے امریکا کا منصوبہ یہ تھا کہ اس جنگ اور اس کے حوالے سے کارروائیوں کو پاکستان کے حوالے (Out source) کر دیا جائے۔ امریکا نے جنگ کی منصوبہ بندی، عمل درآمد، اسلحے اور افراد کی نقل و حمل اور اس جنگ کے فکری پہلو کی آبکاری میں پاکستان کی فوج اور انٹیلی جنس کو مکمل طور پر ملوث رکھا۔ سوویت یونین کے خلاف افغان جنگ میں ایک متحرک اور موثر ادارتی ڈھانچے کی تشکیل کے لیے بہت بڑی کوشش درکار تھی۔ اس ادارتی ڈھانچے نے ایک طرف تو نظریاتی طور پر پاکستان اور افغانستان کے معاشرے کو جہاد کی حمایت

> پاکستان کے صدر پرویز مشرف نے ایک تقریر میں، جو کہ اسلامی حوالاجات سے بھرپور تھی، اس بات کا اعلان کیا تھا کہ پاکستان امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ پاکستان میں افغانستان پر امریکی حملے کے خلاف انتہائی مضبوط عوامی رائے پائی جاتی ہے، مشرف نے پاکستان کے بنیادی مفادات خود مختاری، معیشت، اسٹریٹیجک اثاثے (ایٹمی اور میزائل) ،اور کشمیر کا تعین کیا اور پاکستان کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ پاکستان کے ان مفادات پر کوئی سودے بازی نہیں کی جائے گی۔ آنے والے سالوں میں پاکستان کے ان چاروں مفادات کو امریکی احکامات کی پیروی میں پاکستان کے حکمرانوں نے نظرانداز کر دیا۔

کے لیے تیار کیا تو دوسری جانب اس نے پاکستان اور افغانستان میں ہزاروں قبائلی مردوں کو افغان جہاد میں شریک ہونے کے لیے تربیت فراہم کی۔ اس ادارتی ڈھانچے کے ذمے جہادیوں کو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کرنے کے لیے قابل بھروسہ نقل وحمل کا ڈھانچہ کھڑا کرنا بھی شامل تھا۔ اس دور میں افغانستان کے لیے امریکا کا منصوبہ یہ تھا کہ افغانستان کے لیے امریکی منصوبے کی تمام ذمہ داریاں پاکستان کے حوالے کی جائیں۔

امریکی پالیسی ساز اس بات کا بالکل اندازہ نہیں لگا سکے کہ خطے میں یہ جہادی گروہ امریکا کے مفادات کے لیے کتنا بڑا خطرہ بن سکتے ہیں۔ افغان جنگ کو پاکستان کے حوالے کرنے سے پاکستان کی افواج اور انٹیلی جنس میں ایسے آفسران کی ایک پوری نسل تیار ہو گئی جو افغانستان کے امور میں پاکستان کی مداخلت کو ادارے کے مفاد کے طور پر دیکھتے تھے۔ اس بات کی امریکا نے 1980 سے 2000 تک حوصلہ افزائی کی۔ پاکستان کا افغان امور میں اس قدر تفصیلی طور پر ملوث ہونے کی وجہ سے امریکا اس قابل ہوا کہ سوویت یونین کو شکست دے اور اس کے جانے کے بعد افغانستان میں استحکام لا سکے۔ اس دور میں پاکستان کے فوجی منصوبہ سازوں نے بھارت کے خطرے کے انسداد کے لیے افغانستان میں پاکستان کی موجودگی کو لازمی قرار دیا۔ جنرل اسلم بیگ نے پہلی بار افغانستان کے لیے "اسٹریٹیجک ڈیپتھ" (تصویراتی گہرائی) کی اصطلاح استعمال کی۔ بھارت کے حملے کے خطرے کے پیش نظر اور پاکستان کی جغرافیائی موٹائی کی کمی کی وجہ سے ایک دفاعی حکمت عملی کے تحت افغانستان میں پاکستان کے فوجی اثاثوں کو رکھنے کا تصور پیش کیا گیا۔

اگرچہ اس فوجی تصور پر عمل کبھی نہیں ہوا لیکن یہ تصور پاکستان میں بہت مشہور و معروف رہا اور اس کی بنیاد پر پاکستان افغانستان کے معاملات میں اپنی مداخلت کا جواز اپنی عوام کے سامنے پیش کرتا رہا۔ لیکن جب امریکا میں نیو کنزرویٹوز اقتدار میں آئے تو انہوں نے افغانستان کے حوالے سے نیا منصوبہ پیش کیا جس کے تحت پاکستان اور افغانستان میں موجود جہادی گروہوں اور ان کو حمایت فراہم کرنے والے ڈھانچوں کو ختم یا انتہائی کمزور کرنا امریکی پالیسی کا حصہ بن گیا۔ پاکستان کی حکومت نے فوراً نئے امریکی مطالبات کو تسلیم کیا اور

پاکستان کے حکمرانوں کی امریکا سے وفاداری کا سب سے بڑا ثبوت وہ جامع ادارتی اصلاحات ہیں جو مشرف حکومت اور اس کے بعد آنے والی حکومتوں نے روشناس کرائیں۔ یہ اصلاحات اس بات کا ثبوت ہیں کہ پاکستان امریکا کی ماتحت ریاست ہے۔ پاکستان کی فوجی اور سیاسی قیادت نے ریاست کے اداروں اور ڈھانچوں کی سمت تبدیل کی تاکہ امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لیا جاسکے۔

انتہائی جلد بازی میں افغان جہاد کو حمایت فراہم کرنے والے ادارتی ڈھانچوں کو ختم کرنا شروع کر دیا۔ اس کا آغاز مشرف کے دور میں ہوا جب اس نے افواج پاکستان اور اس کے انٹیلی جنس اداروں سے ان افسران کو نکالنا شروع کر دیا جو افغان جہاد میں ادارے کی جانب سے فرائض ادا کرتے رہے۔ مشرف نے ایسے افسران کی ترقیاں روک دیں، انہیں جلدی ریٹائر کر دیا یا انہیں غیر جنگی یا کم اہم امور پر تعینات کر دیا، یا پھر سیدھا سیدھا فارغ کر دیا۔ پاکستان کی افغان پالیسی اور جہادی گروہوں کے حوالے سے اس نئی انقلابی تبدیلی، جسے اس دور میں "یوٹرن" بھی کہا گیا، کی وجہ سے عوامی ردعمل سے بچنے کے لیے جہاں پاکستان کی حکومت نے کئی دلائل پیش کیے وہیں امریکا کے ساتھ "ڈبل گیم" کا تصور بھی پیش کیا۔ ڈبل گیم یہ تھی کہ پاکستان سرکاری طور پر افغانستان میں امریکا کی مکمل مدد و معاونت کرے گا لیکن خفیہ طور پر اسے افغانستان میں ناکام کرنے کے لیے کام کرتا رہے گا۔

پاکستان کے حکمرانوں کی امریکا سے وفاداری کا سب سے بڑا ثبوت وہ جامع ادارتی اصلاحات ہیں جو مشرف حکومت اور اس کے بعد آنے والی حکومتوں نے روشناس کرائیں تاکہ افغان جہاد کو حمایت فراہم کرنے والے ڈھانچے ختم ہو جائیں۔ یہ اصلاحات اس بات کا ثبوت ہیں کہ پاکستان امریکا کی ماتحت ریاست ہے۔ پاکستان کی فوجی اور سیاسی قیادت نے ریاست کے اداروں اور ڈھانچوں کی سمت تبدیل کی تاکہ امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لیا جاسکے۔ وہ ادارتی اصلاحات جو کہ پاکستان کے حکمرانوں نے امریکا کی کہنے پر کیں اور جس نے پاکستان کی ریاست کو تبدیل کر دیا ان میں سے کچھ یہ ہیں: جہادی گروہوں کو کالعدم قرار دینا، 17 ویں آئینی ترمیم جس نے مشرف کی جانب سے اٹھائے گئے ان اقدامات کو آئینی تحفظ فراہم کیا جو اس نے افغانستان میں امریکی جنگ کو مدد فراہم کرنے کے لیے اٹھائے تھے، 21 ویں آئینی ترمیم جس کے تحت پاکستان میں فوجی عدالتیں قائم کی گئیں تاکہ ان لوگوں پر مقدمات چلائے جائیں جنہیں عسکریت پسندوں کے خلاف فوجی آپریشنز کے دوران گرفتار کیا گیا تھا، ایسے قوانین لائے گئے جس کے تحت ایسی خصوصی عدالتیں بنائیں گئیں جہاں ان افراد پر مقدمات چلائے گئے جنہیں عسکریت پسندوں کے خلاف آپریشنز کے دوران گرفتار کیا گیا تھا، انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کا قیام اور انسداد دہشت

گردی کے قوانین میں تبدیلیاں، تعلیمی اصلاحات، انسداد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی پالیسی میں تبدیلی، نئے آئینی اداروں کا قیام جیسا کہ نیشنل کاونٹر ٹیررازم اتھارٹی، پبّی میں نیشنل کاونٹر ٹیررازم ٹریننگ سینٹر کا قیام، پاکستان آرمی کی گرین بک میں تبدیلی کہ بھارت کو اب دشمن نمبر ایک کی پوزیشن سے ہٹا کر جہادی خطرے کو نمبر ایک خطرہ قرار دیا گیا، فائنینشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) اور ایشیاپیسیفک گروپ کے دباؤ پر منی لانڈرنگ اور کاونٹر ٹیررازم فائنینسنگ کے قوانین کو سخت بنانا۔

پاکستان کے طالبان کے ساتھ تعلقات سوویت یونین کے افغانستان سے جانے کے بعد شروع ہوئے جب پاکستان نے انہیں افغانستان میں اقتدار حاصل کرنے میں مدد فراہم کی تاکہ وہاں پر استحکام پیدا ہو۔ یہ اسی امریکی منصوبے کا تسلسل تھا جس کے تحت پاکستان نے امریکا کی جانب سے افغانستان کے معاملات چلا نا تھے۔ 11/9 کے بعد امریکا نے افغانستان کے حوالے سے اپنے منصوبے میں تبدیلی کی اور افغانستان میں اپنی براہ راست موجودگی قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے امریکا نے افغانستان کے امور کی براہ راست دیکھ بحال کی ذمہ داری پاکستان سے واپس لے لی۔ لیکن اس سے پہلے کہ امریکا افغانستان میں استحکام پیدا کر سکتا، وہ عراق کی جنگ میں ملوث ہو گیا جہاں وہ ایک ایسی دلدل میں پھنس گیا جس کی وجہ سے وہ افغانستان پر زیادہ توجہ مرکوز نہ رکھ سکا۔ اس صورتحال نے طالبان کو موقع فراہم کیا کہ وہ ایک بار پھر منظم ہوں اور انہوں نے شہادت کے حصول کے شوق کے ساتھ امریکی قبضے کے خلاف مزاحمت شروع کر دی۔ بش کے دورِ حکومت کے اختتام پر امریکا کی افغانستان میں تقریباً 30 ہزار افواج موجود تھیں جو اوباما کے دور میں بڑھ کر ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ افغانستان میں اپنی افواج کی تعداد بڑھا کر جوش جذبے سے بھرپور افغان طالبان کے خلاف براہ راست لڑنے کی امریکی پالیسی بُری طرح سے ناکام ہوئی۔ امریکا افغان مزاحمت کو کچلنے میں ناکام رہا۔ امریکا نے پاکستان میں موجود اپنے ایجنٹ

> **انسداد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی پالیسی میں تبدیلی، نئے آئینی اداروں کا قیام جیسا کہ نیشنل کاونٹر ٹیررازم اتھارٹی، پبّی میں نیشنل کاونٹر ٹیررازم ٹریننگ سینٹر کا قیام، پاکستان آرمی کی گرین بک میں تبدیلی کہ بھارت کو اب دشمن نمبر ایک کی پوزیشن سے ہٹا کر جہادی خطرے کو نمبر ایک خطرہ قرار دیا گیا، فائنینشل ایکشن ٹاسک فورس (ایف اے ٹی ایف) اور ایشیا پیسیفک گروپ کے دباؤ پر منی لانڈرنگ اور کاونٹر ٹیررازم فائنینسنگ کے قوانین کو سخت بنایا گیا۔**

حکمرانوں کے ذریعے پاکستان میں موجود ان ڈھانچوں کے خلاف فوجی آپریشنز کرائے جو افغان جہاد کو حمایت فراہم کرتے تھے لیکن اس سے بھی اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ پاکستان میں افغان جہاد کو حمایت فراہم کرنے والے ڈھانچوں کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے حکمرانوں نے طالبان قیادت کو حمایت اور رہنے کے لیے ٹھکانے فراہم کیے کہ ان پر وہ کچھ نہ کچھ اپنا اثرورسوخ برقرار رکھ سکیں۔ عوامی بیانات میں امریکی حکام کا پاکستان سے یہ کہنا کہ وہ طالبان قیادت کے ساتھ اپنے تعلقات ختم کرے درحقیقت طالبان قیادت پر دباؤ ڈالنے کا ایک طریقہ کار ہے۔ اس طرح کے بیانات کے ذریعے امریکا طالبان قیادت کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر انہوں نے امریکی مطالبات تسلیم نہ کیے تو وہ ان پر کس قسم کا دباؤ ڈال سکتا ہے۔ افغانستان میں امریکی افواج کی تعداد میں اضافے اور پاکستان کے ذریعے فوجی آپریشنز کرا کر طالبان کو فوجی لحاظ سے دباؤ میں لانے کی پالیسی کی ناکامی کے بعد اس قسم کے عوامی بیانات طالبان پر پاکستان کے اثرورسوخ میں اضافہ کرتے ہیں اور اب امریکا پاکستان کے اس اثرورسوخ کو افغانستان میں سیاسی حل تک پہنچنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ درحقیقت یہ ٹرمپ کی جنوبی ایشیا سے متعلق پالیسی کا انتہائی اہم ترین حصہ ہے جس کے تحت پاکستان کے اثرورسوخ کو استعمال کر کے طالبان کو مذاکرات کی میز پر لایا جائے۔

افغان طالبان پر پاکستان کے اثرورسوخ کو امریکا اپنے ایک اثاثے کے طور پر دیکھتا ہے جسے وہ اپنے فائدے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے امریکی حکام نے حالیہ دنوں میں کئی بار بات کی ہے۔ 2 اکتوبر 2018 کو واشنگٹن میں امریکی سیکریٹری خارجہ مائیک پومپیو اور پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کے درمیان ملاقات کے بعد امریکی دفتر خارجہ کی ترجمان ہیتر نویرٹ نے کہا کہ اعلیٰ سفارت کاروں نے "اس بات پر زور دیا کہ پاکستان افغانستان میں بات چیت کے ذریعے حل کے حوالے سے اہم کردار ادا کر سکتا ہے"۔ حال ہی میں طالبان رہنما، ملا عبدالغنی

برادر کو پاکستان کے حکام کی جانب سے رہائی ملنا اسی جانب ایک قدم ہے۔ یہ رہائی امریکی نمائندہ خصوصی برائے افغانستان مفاہمت، ذلمے خلیل زاد کی دوہا میں طالبان کے رہنماؤں سے ملاقات کے بعد عمل میں آئی جس میں افغان تنازعہ کو ختم کرنے کے لیے کئی آپشنز پر بات چیت کی گئی۔ یہ بات واضح رہے کہ اگرچہ پاکستان کا افغان طالبان پر کچھ اثر ورسوخ ہے لیکن بحثیت مجموعی طالبان مزاحمت پر پاکستان کا مکمل اثر وسوخ نہیں ہے۔ افغان طالبان قیادت کسی حد تک آزاد ہے۔ یہ وہ آزادی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کے "ڈبل گیم" کے حوالے سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ طالبان مزاحمت پاکستان کے مکمل اور فیصلہ کن کنٹرول میں نہیں ہے۔

پاکستان کسی حد تک ضرور طالبان قیادت پر اثرورسوخ رکھتا ہے۔ امریکا یہ امید رکھتا ہے کہ وہ اس اثرورسوخ کو افغانستان میں سیاسی حل تک پہنچنے میں استعمال کرسکتا ہے جس کے تحت وہاں اس کے فوجی اڈے برقرار رہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ پر آواز بلند کریں تاکہ افغان طالبان اس سازش کا شکار نہ ہوجائیں۔ مسلمانوں کو طالبان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ اپنے رب سے مخلص رہیں تاکہ وہ مذاکرات کی میز پر میدان جنگ میں جیتی ہوئی جنگ نہ ہار دیں۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کریں تاکہ پاکستان کی زبردست صلاحتیں مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت اور اسلام کی بالادستی کے لیے استعمال ہو سکیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾ "تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ اور تم تو غالب ہو۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا" (محمد:35)

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا کے لیے

انجینئر معیز-پاکستان

ختم شد

بقیہ صفحہ 28 سے

کسی ایسے شخص کی رائے پڑھ لی جو حزب چھوڑ چکا ہے، یا حزب نے اس کو سزادی یا کوئی ناقص (جس نے حزب کی قسم توڑی) یا وہ جو دوسروں کو الجھانا پسند کرتا ہے، اور قاری نے یہ سوچا کہ یہ حزب کے ذمہ دار ممبران ہیں، خصوصاً جب ہم ان لوگوں کا منصب عام نہیں کرتے سوائے مخصوص حالات کے۔ لہٰذا انٹرنیٹ پر قاری الجھن کا شکار ہو سکتا ہے اور یہ سوچ سکتا ہے کہ حزب کے ممبران میں جلباب کے ایک کپڑا یا دو کپڑے ہونے پر اختلاف ہے۔

ہم سوال پوچھنے والے کو تاکیداً بیان کرتے ہیں کہ حزب کے ذمہ دار ممبران میں حزب کی آراء پر کوئی اختلاف نہیں۔ جلباب ایک ہی کپڑا ہے: عورت کے کپڑوں پر لٹک جانے والا لباس جو اوپر پہنا جاتا ہے اور اس کا پیروں تک ڈھانپنا لازمی ہے کہ پیر نہ نظر آئیں۔ جو اس کے برعکس رائے رکھتے ہیں شاید ان میں سے ہیں جو حزب چھوڑ چکے ہیں، یا سزا پر ہیں یا ناقصین ہیں یا وہ جو الجھن پھیلانا پسند کرتے ہیں! اور وہ باذن اللہ حزب اور اس کے ذمہ دار ممبران کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

میں اسی سے اختتام کروں گا جس سے آغاز کیا: کہ حزب کے ذمہ دار ممبران کے لیے حزب کی آراء کی اتباع لازمی ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ ان میں اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے: ایک ڈھانپنے والا لباس جو روزمرہ کپڑوں کے اوپر ان کو ڈھانپنے کے لیے پہنا جاتا ہے اور اس کو پاؤں تک لٹکانا کہ پاؤں ڈھک جائیں، لازمی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ حزب کا مسلم خواتین میں جلباب کے فروغ پر گہرا اثر ہے، الحمد اللہ۔ حزب نے خواتین کے اسلامی لباس پر کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام" میں باب "خواتین کو دیکھنا" میں اس موضوع پر کافی تفصیل درج کی ہے۔ اسلامی لباس کی شرط یہ ہے کہ ایک خمار اور جلباب ہو جو تبرج کے بغیر ستر کو ڈھانپ لے یعنی خواتین کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بھی لباس میں جو ستر ڈھانپے، باہر جائیں، بلکہ وہ مخصوص لباس پہن کر ہی باہر جائیں جو شریعت نے بتایا ہے۔

امید ہے کہ یہ جواب یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہو گا کہ جلباب پر حزب کی ایک ہی رائے ہے جیسے اوپر بیان کیا گیا۔

9 محرم الحرام 1440 ہجری

19/9/2018 عیسوی

ختم شد

آسیہ بی بی کا مقدمہ اور غیر فطری ریاست کا بحران

تحریر: انجینئر معیز، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فطری ریاستوں کی تعریف یہ ہے کہ وہ طرز حکمرانی کے حوالے سے عوام کے عمومی اتفاق رائے کی عکاسی کرتی ہیں۔ کسی ریاست کی آزادی کو جاننے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اس کے تمام فیصلے اور اقدامات کسی بھی دوسری ریاست کے ثقافتی، سیاسی اور فوجی دباؤ سے آزاد رہ کر کیے جاتے ہیں۔ لٰہذا فطری آزاد ریاستیں وہ ہوتی ہیں جو معاشرے کے عمومی اتفاق رائے کی عکاس ہوتی ہیں کہ ان کا طرز حکمرانی کیا ہوگا اور یہ اتفاق رائے خالصتاً ریاست کے اندر سے ہی جنم لیتا ہے۔ ایک ریاست کو غیر فطری کہا جائے گا اگر وہ اُس نظریہ حیات پر کھڑی کی جائے جس کو اس کی عوام کی حمایت حاصل نہیں۔ اس قسم کی ریاست لازماً فطری طور پر آزاد بھی نہیں ہوگی کیونکہ اگر ریاست ایک ایسے نظریہ حیات پر کھڑی ہے جسے اس کی شہریوں کی حمایت حاصل نہ ہو تو پھر لازمی طور پر اس کے بنیادی افکار غیروں سے لیے جائیں گے۔

آسیہ بی بی کے مقدمے نے ایک بار پھر پاکستان کے اس مسئلہ کی نشاندہی کی ہے کہ وہ ایک غیر فطری ایجنٹ ریاست ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو کہ آج معاشرے کو درپیش کئی مسائل کی بنیادی وجہ ہے۔ یہ مسئلہ کافی واضح ہے۔ اسلام اپنے عقیدے اور حرمات کی حفاظت ویسے ہی کرتا ہے جیسے کہ دوسری تمام تہذیبیں کرتی ہیں۔ ہر تہذیب اپنے نظریے کے تحت اپنی حرمات کا تعین کرتی ہے اور یہ حرمات مختلف نظریوں کے تحت مختلف ہو سکتیں ہیں جیسے کہ قومی سرحدیں، مغربی آزادیاں، کمیونسٹ پارٹی اور راہنما، بنیادی تہذیبی عقائد، تاریخ جیسا کہ ہولوکاسٹ، مذہب، سیاست اور ثقافت۔ توہین رسالت کی سزا اسلام میں موت ہے۔ یہ سزا اس لیے رکھی گئی ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ اور وحی کی حرمت کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ آسیہ بی بی کے مقدمے میں

کسی ریاست کی آزادی کو جاننے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اس کے تمام فیصلے اور اقدامات کسی بھی دوسری ریاست کے ثقافتی، سیاسی اور فوجی دباؤ سے آزاد رہ کر کیے جاتے ہیں۔ لٰہذا فطری آزاد ریاستیں وہ ہوتی ہیں جو معاشرے کے عمومی اتفاق رائے کی عکاس ہوتی ہیں کہ ان کا طرز حکمرانی کیا ہوگا اور یہ اتفاق رائے خالصتاً ریاست کے اندر سے ہی جنم لیتا ہے۔ ایک ریاست کو غیر فطری کہا جائے گا اگر وہ اُس نظریہ حیات پر کھڑی کی جائے جس کو اس کی عوام کی حمایت حاصل نہیں۔

الجھن اس لیے پیدا ہوئی کیونکہ یہ سوالات پیدا ہوئے کہ آیا توہین رسالت کا عمل در حقیقت ہوا بھی تھا یا نہیں۔ کچھ کا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا ہوا تھا جبکہ دیگر کا کہنا ہے کہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ توہین رسالت کی گئی تھی۔ ایسی صورت میں اس ادارے کے پاس جایا جائے گا جو تنازع کو حل کرے، یعنی کہ عدلیہ، کہ وہ اس معاملے پر فیصلہ دے کر اس مسئلہ کو حل کرے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں غیر فطری ایجنٹ ریاست کا مسئلہ ایک بار پھر ابھر کر سامنے آیا۔ اس کے علاوہ بھی دیگر کئی معاملات میں جہاں ریاست اور معاشرے کے تعلقات کا معاملہ درپیش ہو ہم نے ریاست کی غیر فطری نوعیت کا مشاہدہ کیا ہے۔ آسیہ بی بی کے مقدمے میں عدلیہ کے فیصلے کو اسلام پسند لوگ منصفانہ فیصلے کے طور پر نہیں دیکھ رہے۔ لبرل حضرات نے اس فیصلے کی تعریف کی اور نہ صرف اسے قانونی بلکہ بہادرانہ فیصلہ بھی قرار دیا۔ نتیجتاً ریاست اور اس کے اداروں کی شرعی اور قانونی حیثیت کے حوالے سے معاشرے میں ایک بحث شروع ہوگئی۔

پاکستان کی ریاست ایک غیر فطری ریاست ہے کیونکہ اس کی بنیاد سیکولر اصولوں اور افکار پر رکھی گئی ہے۔ ان اصولوں اور افکار کو معاشرے کی ایک عظیم اکثریت تسلیم ہی نہیں کرتی۔ پچھلے چند سال کے دوران پاکستان کی اہم سیکولر سیاسی جماعتوں کی سیاست عدالتی فیصلوں کے گرد گھومتی رہی ہے جہاں عدالت نے چند اہم اور بااثر سیاست دانوں کو نااہل قرار دیا جس کی وجہ سے ملکی سیاست کی صورتحال ہی تبدیل ہوگئی۔ لبرل دانشوروں نے ان عدالتی فیصلوں کی سختی سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ عدلیہ نے یہ فیصلے مضبوط قانونی بنیادوں پر نہیں بلکہ فوجی قیادت کی ایما پر دیے ہیں۔ اس کے بعد ملک اور عوام نے سیاستدانوں اور لبرل دانشوروں کی جانب سے ایک زبردست مہم کا مشاہدہ کیا جس میں سیاستدانوں کی نااہلی کے حوالے سے کیے گئے فیصلوں کو

غیر قانونی کہا گیا۔ لیکن آسیہ بی بی کے مقدمے میں انہی سیاست دانوں اور سیکولر دانشوروں نے عوام سے مطالبہ کیا کہ وہ عدالت کے فیصلے کو قبول کریں کیونکہ وہ ایک قانونی ادارہ ہے۔ اس قسم کا متضاد مطالبہ عوام کے اس یقین کو مستحکم کرتا ہے کہ لبرل حضرات اور سیاست دانوں کی جانب سے عدلیہ کے فیصلے کو قبول کرنے کا مطالبہ اس لیے نہیں کیا جارہا کہ عدالت نے آسیہ بی بی کے مقدمے میں منصفانہ فیصلہ دیا ہے کیونکہ انہی لبرل حضرات اور سیاست دانوں نے دوسرے معاملات میں عدلیہ کے فیصلوں پر سخت تنقید اور اس کے خلاف مہم بھی چلائی تھی۔ بلکہ عوام نے آسیہ بی بی کے مقدمے میں عدلیہ کے فیصلے کو قبول کرنے کے مطالبے کو اس نظر سے دیکھا کہ ریاست سیکولر ہے جہاں ریاست نے آسیہ کو اس لیے نہیں رہا کیا کہ حقائق الزام کو ثابت نہیں کر سکے بلکہ چونکہ ریاست خود اس بات پر یقین نہیں رکھتی کہ توہین رسالت کوئی جرم ہے جس پر سزادی جانی چاہیے، اس لیے عدالت نے آسیہ کو رہا کر دیا۔ عوام کی اس سوچ کا خود کچھ لبرل سیاست دانوں اور دانشوروں نے بھی اقرار کیا۔ لہٰذا اسلام پسندوں نے اس معاملے کو ایسے دیکھا کہ ریاست نے جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ تو اب معاملہ قانون کے اطلاق کا نہیں رہا۔ عوام کے اس یقین میں کہ ریاست نے جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے، اس وقت مزید اضافہ ہو گیا جب یورپی یونین نے اپنی مارکیٹوں تک پاکستانی اشیاء کی رسائی کو آسیہ بی بی کی رہائی سے مشروط کر دیا اور فیصلے سے چند دن قبل پاکستانی حکام کے ساتھ یورپی یونین کے وفد کی ملاقات بھی ہوئی جس میں ایسے مطالبات دہرائے گئے ۔ تو عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ غیر فطری سیکولر ریاست نے اپنی ضرورتوں کی خاطر مغربی طاقتوں کی بات مانتے ہوئے آسیہ بی بی کو رہا کیا۔ اسلام پسندوں کی جانب سے آسیہ بی بی کے مقدمے کے فیصلے

کے خلاف ردعمل درحقیقت عوام کی جانب سے سیکولر ریاست کی قانونی حیثیت کو قبول کرنے سے سختی سے انکار کرنا ہے۔ یہ ردعمل اس بات کا عکاس ہے کہ پاکستان کی ریاست ایک غیر فطری ریاست ہے۔ آج کی ریاستِ پاکستان اس نئی ریاست کا تسلسل ہے جسے برطانوی استعمار نے مغلوں کی اسلامی حکمرانی کے ملبے پر تعمیر کیا تھا۔ برطانیہ نے سیکولر افکار اور بنیادوں پر اس

> عوام نے آسیہ بی بی کے مقدمے میں عدلیہ کے فیصلے کو قبول کرنے کے مطالبے کو اس نظر سے دیکھا کہ ریاست سیکولر ہے جہاں ریاست نے آسیہ کو اس لیے نہیں رہا کیا کہ حقائق الزام کو ثابت نہیں کر سکے بلکہ چونکہ ریاست خود اس بات پر یقین نہیں رکھتی کہ توہین رسالت کوئی جرم ہے جس پر سزادی جانی چاہیے، اس لیے عدالت نے آسیہ کو رہا کر دیا۔

ریاست کو تعمیر کیا تھا۔ پاکستان پینل کوڈ (ایکٹ ایکس ایل وی آف 1860)، جسے ضابطہ تعزیرات پاکستان کہا جاتا ہے، وہ پینل کوڈ ہے جسے برطانیہ نے جاری کیا تھا اور پھر وقتاً فوقتاً پاکستانی قانون ساز اس میں ترامیم کرتے رہے لیکن اس کا ڈھانچہ اور اصول وہی رہے جو برطانیہ نے بنائے تھے۔ برطانیہ نے اپنی نگرانی میں برصغیر میں سیاسی گروہ قائم کیے اور تعلیمی اصلاحات نافذ کروائیں، اور اس طرح برطانیہ نے ایک مقامی سیاسی، فوجی اور دانشور اشرافیہ طبقہ پیدا کیا جو اسلام پسندوں کے دباؤ سے اس نئی سیکولر ریاست کی حفاظت کرے جو

برطانیہ نے قائم کی تھی۔ پاکستان ایک کے بعد ایک بحرانوں کا سامنا کرتا رہے گا کیونکہ تمام غیر فطری ریاستیں اصلاً غیر مستحکم ہوتی ہیں۔ یہ اس لیے کیونکہ وہ اپنی قانونی حیثیت اور طاقت ان لوگوں سے حاصل نہیں کرتیں جن پر وہ حکومت کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں پر جبر اور دباؤ کے ذریعے حکومت کرتی ہیں اور اپنی بقاء کے لیے بیرونی طاقتوں پر انحصار کرتی ہیں۔ لہٰذا تمام غیر فطری ریاستیں یا تو اپنی فطرت میں جابر ہوتی ہیں یا غیر ملکی طاقتوں کے دباؤ اور مطالبات پر چلتی ہیں یا ان میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ پاکستان اس بحران، جس کا مشاہدہ ہم نے آسیہ بی بی کے مقدمے کے فیصلے کے بعد کیا، کا خاتمہ صرف اسی صورت میں دیکھے گا جب وہ ایک فطری ریاست بن جائے گا۔ مسلمانوں اور اسلام کی فطری ریاست خلافت ہے جو مسلم علاقوں پر صدیوں تک حکومت کرتی رہی ہے اور جس نے اپنے شہریوں کو خوشحالی اور استحکام دیا اور جس نے عالمی سطح پر دین حق کو غالب کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ط هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ** " یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں، اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام ادیان پر غالب کرے، اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں"(التوبۃ: 32-33)۔

ختم شد

گولڈانوسٹمنٹ فنڈ (برِیگ) ایک غیر شرعی سرمایہ دارانہ کمپنی ہے اس کے اجزا کو خریدنا اوراس سے منافع حاصل کرنا حرام ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوڈانی مالیاتی سروسز کمپنی نے 15 اکتوبر 2018 بروز پیر کو عام لوگوں اور کمپنیوں کے لئے سونے کے اثاثہ جات کی سرمایہ کاری (بریگ) شروع کی۔ کمپنی کے ڈائریکٹر نے وزیر اعظم کی موجودگی میں 8 اکتوبر 2018 بروز پیر افتتاحی تقریب میں کہا: "اس فنڈ کا مقصد سونے کی خریداری میں سرمایہ کاری کرنا اور انہیں مرکزی بینک آف سوڈان کو فروخت کرنا ہے، جس پر منافع کی شرح 25 فیصد متوقع ہے۔ اس فنڈ کی ابتداء 15 سے 31 اکتوبر سے کی جائے گے، جس میں 3 بلین سوڈانی پاؤنڈ کے سرمائے کو 3 ملین اجزاء میں تقسیم کیا جائے گا جس میں ہر ایک جز کی قیمت 1000 سوڈانی پاؤنڈ ہو گی۔ فنڈ کا مقصد بچتوں کو جمع کرنا اور اسلامی شرعی اصولوں اور احکامات کے مطابق سونے کی خریداری اور برآمد کرنے میں سرمایہ کاری کرنا ہے" (سوڈانی میڈیا سینٹر، 09/10/2018)۔

ان اجزاء (صکوک) کا اسلامی قوانین کے مطابق ہونے کے حوالے سے حزب التحریر ولا یہ سوڈان مندرجہ ذیل حقائق بیان کرتی ہے:

اول: اس فنڈ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک پبلک جوائنٹ اسٹاک کمپنی ہے، جو "بریگ" سرٹیفکیٹ خریدنے رکھنے والے افراد پر مشتمل ہے۔ ہر شخص جس نے اس کمپنی کے اثاثے وحصص ریدے ہیں اس کمپنی کا شریک بن جاتا ہے اور وہ کمپنی کے منافع کا مستحق ہے۔

دوم: اسلام میں شرعی (جائز) کمپنی وہ ہوتی ہے جس میں: **دو یا زیادہ افراد کے درمیان اس چیز کا معاہدہ ہو کہ وہ مالیاتی کام انجام دینے پر تیار ہیں تاکہ منافع کمایا جائے۔** کمپنی کے عقد کو پیشکش (ایجاب) اور قبولیت (قبول) دونوں کی موجودگی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کے ہر اسلامی معاہدے کی یہ حقیقت ہے۔ لہٰذا اسلام کی رُو سے صرف رقم ادا کر کے شراکت داری حاصل کر لینا عقد (کنٹریکٹ) نہیں ہوتا ۔

سوم: مغربی قانون سازی کے مطابق، جوائنٹ اسٹاک کمپنی کی بنیاد سرمایہ دارانہ لین دین ہے، یہ لین دین دو قسم کے ہیں:

اول: عقود (کنٹریکٹس)، دوم: ذاتی مرضی سے تصرف کرنا۔ جہاں تک عقود (کنٹریکٹس) کی بات ہے تو مغربی دنیا میں عقود دو فریقین کے درمیان ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں، جو ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کے لیے راضی ہوں، جیسا کہ خرید و فروخت کے معاہدے ، وکالت کے معاہدے ، یا ملازمت کے معاہدے میں ہوتا ہے۔

جبکہ ذاتی مرضی سے تصرف کرنے میں صرف ایک ہی فریق ہوتا ہے جیسا کہ جوائنٹ اسٹاک کمپنی۔ لہٰذا اسے مغربی دنیا میں بھی عقد تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ لین دین شریعت میں باطل سمجھا جاتا ہے، اور باطل لین دین حرام ہوتا ہے ۔اسلام میں عقد (کنٹریکٹ) کی بنیاد پر وجود میں آنے والی کمپنیاں پانچ قسم کی ہیں: العنان ،الابدان ،المضاربہ ،الوجوہ اور المفاوضہ۔ ان تمام کمپنیوں کا پبلک اسٹاک کمپنی سے دور دور تک کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں بنتا، وہ لوگ جو مزید تفصیلات چاہتے ہیں وہ اس کے لیے فقہ کی مستند کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

بریگ گولڈ فنڈ کہ جسے حکومت نے شروع کیا ہے، اور جسے کچھ لاعلم اور علمائے سُونے شرعی طور پر حلال قرار دیا ہے، ایک پبلک اسٹاک کمپنی ہے جو شرعی طور پر حرام ہے، اس کے اجزاء (صکوک) کو خریدنا اوراس سے آمدنی حاصل کرنا حرام ہے۔

اے مسلمان: آج ہم جو زندگی گزار رہے ہیں اسکے تفصیلی معاملات اسلامی شریعت پر مبنی نہیں ہیں کہ جنہیں عظیم وحی سے دلائل کی بنیاد پر اخذ کیا گیا ہو، بلکہ یہ مغربی قوانین پر مبنی ہیں، جس نے ہماری زندگیوں کو فاسد اور ہمیں بربادی کے رستے پر ڈال رکھا ہے۔ لہٰذا اُس حقیقی تبدیلی کی کوشش کرو جسے اس کائنات کے خالق نے ہم پر لازم کیا ہے، اور جس کے ذریعے ربعزّ و جلنے ہمیں کامیابی اور انعام کا وعدہ کیا ہے۔ اور جلد یہ حقیقی تبدیلی کہ جس کا وقت آن پہنچا ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، نبوت کے نقش قدم پر خلافتِ راشدہ الثانیہ کے ذریعہ اسلامی شریعت کے نفاذ کے تحت اسلامی طرز حیات کی صورت میں بحال ہو گی۔

بقیہ صفحہ 2 پر

نوجوانوں کو سیاسی آواز دینے کی دعویدار حکومت کے دور میں خلافت کے نوجوان داعی کیوں مغوی ہیں؟

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پی ٹی آئی اس بات کا دعوی کرتی ہے کہ اُس نے نوجوانوں کو سیاسی آواز دی ہے، لیکن پی ٹی آئی کی حکومت بھی پچھلی حکومتوں کی طرح بے رحم اور ظالم ہے خاص طور پر جب معاملہ اُن نوجوانوں کا ہو جو نبوت کے طریقے پر قائم خلافت کے قیام کی اعلیٰ ترین جدوجہد کر رہے ہیں۔ 15 ستمبر 2017 کو محمد جنید اقبال ولد ڈاکٹر اقبال ذکریا، اور نبیل اختر ولد سید جمیل اختر کو حکومتی ایجنسیوں نے اس وقت اغوا کیا جب وہ کراچی میں خلافت کے دوبارہ قیام کے حوالے سے پمفلٹ تقسیم کر رہے تھے۔ محمد جنید ٹیکسٹائل انجینئر ہیں جنہوں نے این ای ڈی یونیورسٹی سے گریجوایشن کی ہے جبکہ نبیل اختر چارٹڈ اکاؤنٹنسی کے آخری سال میں تھے۔ عدالت میں اب تک پندرہ سماعتیں ہو چکی ہیں لیکن اس کے باوجود ان نوجوانوں کے والدین اس بات سے بے خبر ہیں کہ ان کے بچے کہاں اور کس حالت میں ہیں۔

انصاف میں تاخیر انصاف کو پس پشت ڈالنا ہے۔ جنید اور نبیل اب تک جبری گمشدہ ہیں جبکہ انسانی حقوق کی وزیر نے 5 نومبر 2018 کو وزیر اعظم عمران خان کو یہ تجویز دی تھی کہ فوری طور پر جبری گمشدگی کے خلاف بین الاقوامی کنونشن پر دستخط کر دیے جائیں کیونکہ " ملک بھر میں قانون سازی میں بہت وقت لگتا ہے کیونکہ بلز مختلف وزارتوں میں التوا کا شکار ہو جاتے ہیں"۔ لیکن اس تجویز کے باوجود شیریں مزاری نے اس بات کی تصدیق کی کہ ملک بھر کے لیے جبری گمشدگی بل پر کام ہو رہا ہے اور ایک بار پھر اس بات کو تسلیم کیا کہ ملک بھر کے لیے قانون سازی میں بہت وقت لگتا ہے کیونکہ بلز مختلف وزارتوں میں التوا کا شکار ہو جاتے ہیں! جبری طور پر گمشدہ افراد کے خاندانوں کو کس طرح یقین آئے کہ اس طرح کے اقدامات کا مقصد اس معاملے کو مزید تاخیر میں ڈالنا نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے پچھلی حکومتیں تاخیری حربے استعمال کرتی رہیں ہیں تاکہ امریکی پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے اسلامی سیاسی نقطہ نظر کے اظہار کو خاموش کر دیا جائے؟!

حکومت کس طرح ان لوگوں کی جبری گمشدگی کو برقرار رکھ سکتی ہے جو اسلامی طرز زندگی کے ایک بار پھر احیاء کی جدوجہد کر رہے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا کہ،

وَمَنْ عَادَى أَوْلِيَاءَ اللَّهِ فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ بِالْمُحَارَبَةِ

"اور جو کوئی اللہ کے خاص بندوں کے خلاف دشمنی کا مظاہرہ کرتا ہے اس نے اللہ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا"

(حاکم نے معاذ بن جبل سے اسے صحیح حدیث کے طور پر روایت کیا ہے)؟

حکومت کس طرح مسلمانوں کی رہائی میں تاخیر کر سکتی ہے جو اپنے تحفظ کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خبردار بھی کیا ہے کہ،

اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

"مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا" (بخاری)؟

حکومت کس طرح اِن مغویوں کی اپنے خوفزدہ خاندانوں کی جانب واپسی کو تاخیر کا شکار کر سکتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خبردار کیا کہ،

مَنْ رَوَّعَ مُؤْمِنًا لَمْ يُؤَمِّنِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ رَوْعَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"جو کوئی کسی ایمان والے کو خوفزدہ کرتا ہے وہ قیامت کے دن خوفزدہ ہونے سے محفوظ نہیں ہوگا" (کنز العمال)؟

اور حکومت کیوں اپنے عمل پر شرمندہ نہیں ہوتی اور ان لوگوں کو کیوں فوری طور پر رہا نہیں کرتی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار کیا کہ،

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ

"جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا عذاب بھی ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی ہوگا" (البروج: 10)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ختم شد

پاکستان کے حکمران کرائے کے سہولت کاروں کے طور پر افغان مذاکرات میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں تاکہ اپنے آقا امریکہ کو شکست سے بچا سکیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

متحدہ عرب امارات میں امریکا کے افغان طالبان کے چند عناصر کے ساتھ مذاکرات کے دوسرے دن میں داخل ہونے پر پاکستان کے حکمران مذاکرات میں سہولت کاری کا کردار ادا کرنے پر فخر سے پھولے نہیں سما رہے۔ امریکی صدر ٹرمپ کے محض ایک خط میں کیے جانے والے مطالبے پر پاکستان کے حکمرانوں نے یہ کردار ادا کرنے کی حامی بھر لی تھی۔ 18 دسمبر 2018 کو وزیر اعظم عمران خان نے اپنے سرکاری ٹویٹر اکاونٹ سے اس عزم کا اعادہ کیا کہ "امن کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے "اس کی حکومت وہ سب کچھ کرے گی جو وہ کر سکتی ہے۔ جہاں تک جنرل باجوہ کا تعلق ہے تو وہ امریکہ کے خصوصی سفیر برائے افغانستان مفاہمت، ذلمے خلیل زاد کی تعریف میں ڈوبے جا رہے تھے جب اُس نے 19 دسمبر 2018 کو پاکستان کے دورے کے دوران افغانستان امن کوششوں میں پاکستان کے کردار کو سراہا۔ لیکن باجوہ-عمران حکومت کا اپنے اس کردار پر نمائشی انداز میں خود اپنی ہی پیٹھ تھپتھپانا اور خوشی کا اظہار کرنا مکمل طور پر بے محل و بیجا ہے۔ حقیقتاً مذاکرات کے لیے سہولت کاری کا کردار ادا کرنا کسی صورت قابل فخر نہیں اور نہ ہی اس سے خطے میں کوئی مستقل امن کا قیام ممکن ہے بلکہ اس کے برعکس اس کردار کی وجہ سے ذلت اور دیرپا عدم تحفظ ہمارا مقدر بن جائے گا۔

عراق اور افغانستان کی مہم جوئی کے بعد امریکا معاشی و فوجی لحاظ سے تھکاوٹ کی حالت میں ہے۔ امریکا افغانستان میں اپنی نجی اور سرکاری فوج کی مستقل موجودگی کو یقینی بنانے کے لیے سیاسی معاہدے کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو چکا ہے۔ امریکا کو اِس حالت تک اُس افغان مزاحمت نے پہنچایا جو انتہائی معمولی اسلحے سے لیس لیکن انتہائی پُرعزم مزاحمت ہے۔ امریکا اِن مذاکرات کے ذریعے معدنی وسائل سے مالا مال افغانستان میں اپنی موجودگی کو برقرار رکھنا چاہتا ہے جسے امریکی محکمہ دفاع، پینٹاگون، "لیتھیم (Lithium) کا سعودی عرب" کہتا ہے۔ جب جنگ کے خوف سے امریکی فوجی خودکشیاں کر رہے ہیں تو امریکا کی یہ ہر ممکن کوشش ہے کہ وہ اس ہاری ہوئی جنگ کو مذاکرات کی میز پر فتح میں تبدیل کر لے جسے اس کی بزدل فوج سترہ سال کی جنگ کے بعد بھی میدان جنگ میں جیت نہ سکی۔ امریکا دنیا میں اپنے ناپسندیدہ اور ماند پڑتے ہوئے اثر و رسوخ کو بچانے کی کوشش میں پاکستان کی سہولت کاری پر انحصار کر رہا ہے تاکہ وہ مستقل طور پر افغانستان میں موجود رہے اور بھارت کے ساتھ اپنے شیطانی گٹھ جوڑ کو چین اور دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقت کے خلاف استعمال کر سکے۔

اس موافق صورتحال میں ڈوبتے ہوئے امریکا کو بچانے کے لیے مدد فراہم کرنے کی بجائے پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت کو "ریاستوں کے قبرستان"، افغانستان، میں امریکا کو اپنی موت آپ مرنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ امریکا کو انٹیلی جنس معلومات فراہم کرنے کی بجائے پاکستان کے حکمرانوں کو امریکہ کو اندھا چھوڑ دینا چاہیے تھا تاکہ وہ اُن مخلص طالبان کمانڈرز کو تلاش کر کے شہید نہ کر سکتا جو اس مقدس جہاد کے ذریعے صلیبی افواج کو نکالنے کے لیے 17 سال کی جنگ کے بعد بھی پُرعزم ہیں۔ مگر اس کی بجائے پاکستان کے حکمران افغان مذاکرات میں حصہ لے کر اپنی توہین کروا رہے ہیں۔ امریکا کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھنے والی نیٹو سپلائی لائن کو برقرار رکھنے کی بجائے، پاکستان کے حکمرانوں کو اِس سپلائی لائن کو بند کر کے امریکی افواج کو بھوکا مرنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا تاکہ امریکا افغانستان سے اُسی ذلت و رسوائی کے ساتھ سر پر جوتے رکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا جس طرح پہلے سوویت روس اور برطانیہ ذلت و رسوائی کے ساتھ افغانستان سے ایسے بھاگے کہ پھر دوبارہ وہاں آنے کی ہمت نہ کی۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

ہمارے خلاف امریکا کی سازش مکمل طور پر بے نقاب ہوتی جا رہی ہے اور ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ ہم اسے ناکام نہ بنا سکیں۔ جہاں تک باجوہ-عمران حکومت کا تعلق ہے تو بجائے اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کھڑی ہو، وہ اُن کے ساتھ کھڑی ہے جو ہمیں اور ہمارے دین کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک دوغلی حکومت ہے کیونکہ جب ہمارے مفادات کے تحفظ کی باری آتی ہے تو یہ حکومت اپنی مکمل نااہلی اور غفلت کا مظاہرہ کرتی ہے، لیکن جب واشنگٹن میں بیٹھے اس کے زخمی آقاؤں کی مدد کا معاملہ آتا ہے تو یہ حکومت اپنی پوری قوت اور مکمل صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے میدان میں کود پڑتی ہے۔ یہ حکومت بھی

تمام پچھلے غدار امریکی ایجنٹوں کی راہ پر چلتے ہوئے امریکی مفادات کو ہمارے مفادات بنا کر پیش کر رہی ہے۔ تو جب امریکا کو جنگ کی ضرورت تھی تو ان حکمرانوں نے جنگ کو ایسے پیش کیا کہ یہ ہماری جنگ ہے۔ لیکن اب جب امریکا کو اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لیے ایک "سیاسی ڈیل" کی ضرورت ہے تو ان حکمرانوں نے جنگ کی مذمت کرتے ہوئے ہمارے مفاد کے خلاف سہولت کاری شروع کر دی ہے اور اسے ہمارے امن کی ضمانت قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ یہ حکمران امریکا کے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے ساتھ، ہماری انٹیلی جنس اور ہماری افواج کے ساتھ ڈبل گیم کرتے ہیں، لیکن وہ دن زیادہ دور نہیں جب ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ انہوں نے تو دراصل خود کو دھوکہ دیا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا **يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ** ،" یہ (اپنے خیال میں) اللہ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے اور اس سے بے خبر ہیں "(البقرۃ:9)۔

یہ گھٹیا حکمران امریکا کے لیے کرائے کی بندوقوں کا کام کرتے ہیں جب امریکا کو اُن سے ایسے کردار کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ کرائے کے سہولت کار اور چپڑاسی کا کردار ادا کرتے ہیں جب امریکا کو اُن کے ایسے کردار کی ضرورت ہوتی ہے، اور افسوس کہ یہ اِن دونوں کرداروں پر بہت فخر کرتے ہیں۔ یہ حکمران خود کو ذلت کی گہری کھائی میں گراتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے سچے دین سے قوت حاصل کرنے کے بجائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دشمنوں سے اتحاد کرنے میں طاقت تلاش کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** " جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے "(النساء:139)۔ تو ان حکمرانوں سے منہ موڑ لو جو ہمیں دھوکہ دیتے ہیں اور ہم سے غداری کرتے ہیں، اور امریکی اتحاد اور ان مذاکرات کی سازش کو مضبوطی سے مسترد کرنے کے لئے خلافت کے داعیوں کی آواز میں اپنی آواز شامل کر لو۔

اے افواج پاکستان اور اس کی انٹیلی جنس میں موجود مسلمانو!

ہمارے خلاف امریکا کی سازش مکمل طور پر بے نقاب ہوتی جا رہی ہے اور ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ آپ اسے ناکام نہ بنا سکیں اور امریکی-بھارت گٹھ جوڑ کو فرار کی راہ اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دیں۔ یہ آپ کی انٹیلی جنس ہی تھی جس نے افغان مزاحمت کو اس قابل کیا تھا کہ نہ صرف سوویت روس کو افغانستان سے راہ فرار اختیار کرنی پڑی بلکہ اُس شکست کے بعد سوویت روس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ آج بھی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد سے، جو اللہ کے اطاعت گزاروں کو دی جاتی ہے، آپ گرتی ہوئی امریکی دیوار کو صرف ایک دھکا دے کر گرا سکتے ہیں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ آپ فی الفور، کھل کر افغان طالبان کے تمام عناصر سے یہ کہیں کہ وہ مضبوطی سے مذاکرات کو مسترد کر دیں اور جہاد کی راہ پر چلتے رہیں جس میں دنیا اور آخرت کی عزت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **مَا تَرَكَ قَوْمٌ الْجِهَادَ إلاَّ ذُلُّوا** "جس قوم نے جہاد چھوڑا وہ ذلیل و رسوا ہوئی"(احمد)۔ اور آپ پر یہ بھی لازم ہے کہ نیٹو سپلائی لائن کاٹ دیں، امریکی سفارت خانے اور قونصل خانوں کی آڑ میں چلنے والے امریکی جاسوسی کے اڈوں کو بند کر دیں اور ہماری سرزمین کو امریکا کی نجی فوج اور انٹیلی جنس سے پاک کر دیں۔

آپ اس امت کے شیر ہیں جو دشمنوں پر فیصلہ کن حملہ کرنے اور انہیں خوفزدہ کر کے بھاگنے پر مجبور کر دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ کے دشمن آپ سے ڈرتے ہیں، آپ کے آس پاس احتیاط سے قدم رکھتے ہیں اور آپ کے گرد دھوکے کا جال بُنتے ہیں تاکہ کہیں غلطی سے آپ کے غیض و غضب کو دعوت نہ دے بیٹھیں۔ خود کو اس غدار فوجی وسیاسی قیادت سے نجات دلائیں جو اُن لوگوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں جن کے دفاع کی آپ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور قسم اٹھا رکھی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے فوری نصرۃ فراہم کریں اور خود کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس پیاری امت کی نظروں میں عزت دار بنا لیں۔ خلافت کے قیام کے لیے فوری نصرۃ فراہم کریں تاکہ کامیابی یا شہادت کے حصول کی جدوجہد آپ خلیفہ راشد کی قیادت میں کریں اور آپ اس کے حقدار ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **فَلاَ تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمْ الأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ** " تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ اور تم تو غالب ہو۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا "(محمد:35)۔

حزب التحریر

ولایہ پاکستان

12 ربیع الثانی 1440 ہجری

19 دسمبر 2018ء

ختم شد

برصغیر پاک وہند میں امن اور ترقی کے لیے ہندو ریاست سے " اکھنڈ بھارت" کے تحت اتحاد نہیں بلکہ نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام ضروری ہے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باجوہ-عمران حکومت مسلسل ہندو ریاست کے سامنے بچھی جارہی ہے اور نتیجتاً ہندو ریاست کے غرور و تکبر میں اضافہ ہوتا جارہاہے۔ صرف دو دن قبل پاکستان کے آرمی چیف جنرل باجوہ نے کرتارپور راہداری کی افتتاحی تقریب میں اعلان کیا تھا کہ " یہ امن کی جانب قدم ہے جس کی ہمارے خطے کو ضرورت ہے"۔اس بیان کے جواب میں بھارتی آرمی چیف بپن راوت نے یہ مطالبہ داغ دیا ہے کہ پاکستان اپنے معاشرے سے مذہب کے کردار کو ختم کرے۔ 30 نومبر 2018 کو راوت نے متکبرانہ اعلان کیا کہ اگر پاکستان "بھارت کے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو اسے خود کو ایک سیکولر ریاست میں ڈھالنا ہوگا"۔ یقیناً مقبوضہ کشمیر پر مظالم ڈھانے والی ہندو ریاست یہ چاہتی ہے کہ امت مسلمہ اسلام سے محروم ہوجائے جو کہ صدیوں سے امت کی طاقت ،استقامت، دلیری و بہادری کی بنیاد ہے۔ ہندو ریاست کے نزدیک نارملائیزیشن کا مطلب اکھنڈ بھارت ہے جہاں مسلمان ہندو اشرافیہ کے سامنے اپنی معاشی، سیاسی، ثقافتی اور فوجی طاقت سے دستبردار ہو جائیں گے۔

باجوہ-عمران حکومت کے کمزور موقف کی بنیاد نہ تو " قومی مفاد " ہے اور نہ ہی اسلام اور مسلمان ہیں۔ درحقیقت اس حکومت کا موقف امریکی منصوبے کے عین مطابق ہے جس کے تحت وہ چین کو قابو کرنے اور اسلام کی ایک ریاست کی صورت میں واپسی کو روکنے کے لیے ایک علاقائی بلاک بنانا چاہتا ہے جس کی سربراہی بھارت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ باجوہ-عمران حکومت یہ کہتی ہے کہ بھارت کے ساتھ جنگ ممکن نہیں ہے اور بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے بجائے یہ حکومت " تحمل" کی پالیسی پر عمل کر رہی ہے جبکہ بھارت پاکستان سے ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی کے باوجود کولڈ سٹارٹ کی حکمت عملی پر جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ ایک طرف باجوہ-عمران حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ بھارت پاکستان کو معاشی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے سی پیک منصوبے کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے لیکن دوسری جانب یہ حکومت بھارت سے تجارت کرنے کے لیے سرحدوں کو کھولنے اور اس کے ساتھ آزاد تجارت کا معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہے جس کے نتیجے میں بھارت کی معاشی بالادستی میں ہی اضافہ ہوگا۔ اور ایک جانب باجوہ-عمران حکومت بھارتیوں کو ان کے مذہبی تہواروں پر مبارک باد دے رہی ہے جبکہ بھارتی مشرکین یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کے مسلمان اپنے معاشرے سے اسلام کے کردار کو ہی نکال دیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے،

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا

" تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں" (المائدہ: 82)۔

اے پاکستان کے مسلمانو! برصغیر پاک وہند میں امن اور ترقی صرف ایک ہی صورت میں یقینی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے ذریعے اسلام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے اس خطے کو دنیا کا معاشی انجن بنا دیا تھا اور اس خطے کی پیداوار پوری دنیا کی پیداوار کا 25 فیصد ہو گئی تھی۔ یہ خطہ اس قدر دولت مند تھا کہ برطانیہ نے موجودہ حساب سے اس کی 45 ٹریلین ڈالر کی دولت لوٹنے میں 173 سال لگائے۔ اور یہ خطہ اس قدر پُرامن تھا کہ اکثریتی غیر مسلم آبادی نے اسلامی قیادت کو قبول کیا جس نے انصاف، تحفظ اور خوشحالی کو یقینی بنایا ۔ مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی بالادستی کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کے تمام لوگوں کو ہندو مشرک اشرافیہ کے جبر اور ظلم سے نجات دلائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

" وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں" (التوبۃ: 33)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ختم شد

سوال وجواب: فرض اور واجب کی تعریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

اسلام وعلیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

'نظام الاسلام' کے مطابق، فرض کی تعریف یہ ہے کہ فرض وہ عمل ہے کہ جس کی ادائیگی کرنے والے کو سراہا جائے اور اس میں غفلت برتنے یا چھوڑنے والے کی مذمّت کی گئی ہو۔ جبکہ 'اسلامی شخصیہ' جلد-3 میں فرض کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ جو شخص اس کی ادائیگی کو نظر انداز کرتا ہے وہ سزا کا حقدار ہے مگر اس میں سراہے جانے کو واضح نہیں کیا گیا۔ تو اصل استنباط کی گئی تعریف کیا ہے؟

اللہ آپ پر فضل فرمائے۔

جواب:

وعلیکم اسلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

'نظام الاسلام' اور 'اسلامی شخصیہ' جلد-3 میں دی گئی تعریفوں میں تحقیق کے پس منظر کے سوا کوئی فرق نہیں؛ 'نظام الاسلام' میں دی گئی تعریف عمومی تعریف کے قریب تر ہے جو فرض کے قرینے connotationتک محدود نہیں ہے یعنی کسی کام کو سرانجام دینے یا ترک کرنے کے لازم ہونے کے قرینے تک۔

'نظام الاسلام' میں یہ واضح ہے کہ: فرض اور واجب وہ عمل ہے جس کے کرنے والے کی تعریف کی جائے اور نہ کرنے والے کی مذمت کی جائے، یا اسے چھوڑنے والا سزا کا مستحق قرار پائے۔ حرام وہ عمل ہے جس کے کرنے والے کی مذمت کی جائے اور چھوڑنے والے کی تعریف کی جائے یا کرنے والا سزا کا مستحق ہو"۔ لہٰذا اس میں عمومی تعریف واضح کی گئی ہے۔ 'مذمّت اور تعریف' اور اسی کے ساتھ ساتھ فرض کے لئے 'جزم کا قرینہ' واضح کیا گیا ہے:"اسے چھوڑنے والا سزا کا مستحق قرار پائے"۔ عمل کرنے والے کی تعریف کرنے کا لازمی یہ مقصد نہیں کہ وہ عمل فرض ہی ہو۔ یہ مندوب عمل بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ عمل کے چھوڑے جانے پر سزا کا حقدار ہونا ہی 'جزم-لازمیت/حتمیت' کو ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا جب کتاب نے حرام عمل کے لئے جزم کے قرینے کا ذکر کیا تو کہا گیا کہ: "جو شخص حرام عمل کرتا ہے وہ سزا کا مستحق ہے"۔

جہاں تک 'اسلامی شخصیہ جلد-3' میں فرض کی تعریف کا تعلق ہے، تو یہ اصول کی تحقیق ہے جس میں جزم کے قرینے پر توجہ مرکوز کی گئی ہے نہ کہ عمومی تعریف پر۔ لہٰذا یہ کہا گیا ہے کہ "واجب کا معاملہ یہ ہے کہ جو بغیر کسی شک وشبہ کے جان بوجھ کر اس سے پرہیز کرتا ہے اس کی قانونی طور پر مذمّت کی گئی ہے"۔ قانونی طور پر مذمّت سے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن، رسول اللہ ﷺ کی سنت یا اجماعِ صحابہ سے ملتا ہے کہ اگر واجب کو ترک کیا جاتا ہے تو وہ شخص ناقص اور قابل الزام ہوگا۔ عمل کے چھوڑے جانے پر لوگوں کی مذمّت کو خاطر میں نہیں لایا گیا بلکہ جو بات اہم ہے وہ شریعت کی مذمّت ہے۔۔۔۔

اور اگر شارع کا خطاب فیصلہ کن طور پر کسی عمل سے بچنے کے متعلق ہے تو وہ عمل حرام ہے اور 'محظور' کے ہم معنی ہے جس کا مطلب ہے کہ جو شخص حرام عمل کرے گا وہ شریعت کے تحت قابل مذمّت ہے۔

تو یہاں کتاب قرینے کو توجّہ کا مرکز بناتی ہے کہ جو (حتمیت-جزم) کو ظاہر کرے۔ یہاں پر مذمّت کی بات کی گئی مگر سراہے جانے پر توجّہ نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی عمل کے کیے جانے پر ایک شخص کی مذمّت کی جائے تو وہ عمل حرام عمل ہے۔ لہٰذا مذمّت کیا جانا حتمی ہونے (جزم) کو ظاہر کرتا ہے اور اگر کسی عمل کے چھوڑے جانے پر مذمّت ہو تو یہ فرض ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہاں سراہا جانا ذکر نہیں کیا کیونکہ سراہا جانا فیصلہ کن (جزم) نہیں۔ یہ پہلے ہی واضح ہے کہ صرف فرض کی ادائیگی کرنے والے کو ہی نہیں سراہا جاتا بلکہ مندوب عمل کرنے والے کو بھی سراہا جاتا ہے۔

نتیجتاً جو "نظام الاسلام" میں لکھا گیا ہے وہ زیادہ وسیع اور عمومی ہے۔ جہاں کہا گیا کہ فرض اور واجب وہ عمل ہے جس کے کرنے والے کی تعریف کی جائے اور نہ کرنے والے کی مذمت کی جائے، یا اسے چھوڑنے والا سزا کا مستحق قرار پائے۔ حرام وہ عمل ہے جس کے کرنے والے کی مذمت کی جائے اور چھوڑنے والے کی تعریف کی جائے یا کرنے والا سزا کا مستحق ہو"۔ اور جہاں تک 'اسلامی شخصیہ جلد-3' میں بات کی گئی تو اس میں توجّہ کا مرکز حتمیت (جزم) کا قرینہ ہے، جہاں کہا گیا ہے کہ واجب وہ عمل ہے جسے جان بوجھ کر ترک کرنے والا شرعی طور پر قابل مذمّت ہے۔

بقیہ صفحہ 8 پر

سوال وجواب: اسلامی لباس جو اسلام نے عورت پر حیاتِ عامہ میں واجب کیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

حزب التحریر میرے لیے محترم ہے، خصوصاً اس کی کتابوں اور پمفلٹ میں درج آراء کی وحدت جس کی پابندی اس کے ممبران کرتے ہیں۔ ایسی پابندی دیگر اسلامی جماعتوں میں کم ہی ہے، مگر انٹرنیٹ پر موجود حزب کے ممبران کی جلباب پر بحث میری نظر سے گزری؛ کچھ کہہ رہے تھے کہ یہ ایک ہی کپڑا ہے اور کچھ کہہ رہے تھے کہ دو ہیں۔ میرا خیال تھا کہ حزب کی اس پر رائے موجود ہے جس کی اس کے ممبران اتباع کرتے ہیں خصوصاً جب حزب ان اسلامی جماعتوں میں سے ہے جس کا مسلم خواتین میں جلباب کو پھیلانے میں گہرا اثر ہے۔ میرا سوال ہے: کیا حزب نے اپنے ممبران کے لیے حزب کی رائے کی اتباع کرنے کی پالیسی تبدیل کر دی ہے؟ شکریہ۔

جواب:

اولاً جو سوال میں کہا گیا، میں واضح کر دوں کہ حزب کے ذمہ دار ممبران کے لیے حزب کی آراء کی پابندی لازمی ہے اور اس اصول میں کوئی تبدیلی نہیں۔ ان میں اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے: ایک ڈھانپنے والا لباس جو روزمرہ کپڑوں کے اوپر ان کو ڈھانپنے کے لیے پہنا جاتا ہے اور اس کا پاؤں تک ڈھانپنا، کہ پاؤں ڈھک جائیں، لازمی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ حزب کا مسلم خواتین میں جلباب کے فروغ پر گہرا اثر ہے، الحمد اللہ۔ حزب نے خواتین کے اسلامی لباس پر کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام" میں باب "خواتین کو دیکھنا" میں اس موضوع پر کافی تفصیل درج کی ہے۔ اسلامی لباس کی شرط یہ ہے کہ ایک خمار اور جلباب ہو جو تبرج کے بغیر ستر کو ڈھانپ لے یعنی خواتین کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بھی لباس میں جو ستر ڈھانپے، باہر جائیں، بلکہ وہ مخصوص لباس پہن کر ہی باہر جا سکتی ہیں جو شریعت نے بیان کیا ہے۔ مندرجہ بالا نکات کی تفصیلات یہ ہیں:

1۔ "اسلامی کے معاشرتی نظام" میں یہ درج ہے کہ خواتین کا حیاتِ عامہ (گھر سے باہر) میں اسلامی لباس جلباب اور خمار ہے جو ستر کو تبرج کے بغیر ڈھانپے۔ اس میں کچھ جو معاشرتی نظام میں اس موضوع پر آیا، وہ بیان کرتا ہوں۔

"اس کی دلیل کہ شارع نے جلد کی رنگت کے ڈھانپنے کو فرض قرار دیا ہے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: **«لم يَصْلُحْ أن يُرى منها» "۔۔۔ یہ درست نہیں کہ اس کا کچھ بھی نظر آئے۔**" اس حدیث سے دلیل واضح ہوئی کہ شارع نے شرط یہ رکھی ہے کہ عورت کا ستر کامل چھپے اور اس کے پار نظر نہ آئے اور عورت کے لئے لازم ہے کہ وہ ایسا کپڑا استعمال کرے جس سے اندرونی حصہ نظر نہ آئے۔ یہ بحث ستر کو چھپانے کے حوالہ سے ہوئی، تاہم یہ صحیح نہیں کہ اس موضوع کو عورت کے گھر سے باہر عام زندگی میں لباس سے یا تبرج کے لباس سے خلط ملط کر دیا جائے۔ چنانچہ اگر کسی لباس سے ستر ڈھک رہا ہو تو اس کے یہ معنی نہیں ہوئے کہ وہ عورت فقط اتنے پر اکتفا کرتے ہوئے عام سڑکوں پر نکل جائے۔ ایسے مقام یعنی گھر سے باہر کے لئے شریعت نے مخصوص لباس متعین کیا ہے اور محض ستر کے چھپا لینے کو کافی قرار نہیں دیا۔ مثلاً پاجامہ، شلوار وغیرہ سے ستر چھپ جاتا ہے لیکن گھر سے باہر عام زندگی کے لئے یہ کافی نہیں، اس کے لئے شریعت نے مخصوص لباس طے کر دیا ہے۔

جہاں تک حیاتِ عامہ میں (گھر سے باہر) عورت کے لباس کا تعلق ہے، تو شارع نے اُس پر یہ فرض کر دیا ہے کہ وہ بازار یا عام شاہراہوں پر جاتے وقت اپنے لباس کے اوپر ایک چادر یا جلباب پہنے جس سے اُس کا گھریلو لباس ڈھک جائے اور یہ جلباب اُس کے پیروں تک پہنچتا ہو جس سے قدم بھی ڈھک جائیں، اور اگر عورت کو ایسا جلباب میسّر نہ ہو تو وہ اپنی پڑوسن، سہیلی یا کسی رشتہ دار سے مستعار لے۔ مزید یہ کہ اگر اسے ایسا جلباب اُدھار بھی دستیاب نہ ہو تو اُس کے لئے اس کے بغیر گھر سے نکلنا صحیح نہیں اور اگر وہ اس جلباب کے بغیر گھر سے باہر جائے تو وہ گنہگار ہو گی کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فرض کو ترک کیا۔ یہ بات عورت کے جسم کے نچلے حصے کے لباس کے حوالے سے ہوئی۔ جہاں تک جسم کے بالائی حصہ کے لباس کا معاملہ ہے تو اس کے سر پر خِمار یا اوڑھنی کا ہونا لازمی ہے جس سے مکمل سر، گلہ یا گردن اور سینہ چھپ جاتے ہوں۔ گھر سے باہر نکلتے وقت لازم ہے کہ عورت اِن کا اہتمام کرے جو اس کے بدن کے بالائی حصے کے لئے لازمی ہیں۔ لباس کے اِن دونوں حصوں کے ساتھ عورت کا گھر سے باہر نکلنا صحیح ہو جاتا ہے اور اِن کے بغیر کسی بھی حالت میں عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنا صحیح نہیں رہتا کیونکہ اِن کا حکم عام ہے اور اس حکم کی تخصیص میں کچھ وارد نہیں ہوا۔

اِن دونوں، یعنی بالائی اور نچلے حصے کے لباسوں کے فرض ہونے کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے ہے: **(وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا**

ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) "اور اوڑھے رکھیں اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر، اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے"(سورۃ النّور: 31)۔ اور جسم کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے حوالے سے فرمایا: **(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ)** "اے نبی ﷺ! کہ دو اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہ وہ اپنے اوپر چادر پوری طرح لٹکا لیا کریں"(سورۃ الاحزاب: 59)۔ اِن آیات کے علاوہ امّ عطیہ سے مسلم میں مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ: **(أمرنا رسول الله أن نخرجهن في الفطر والأضحى، العواتق والحيّض وذوات الخدور، فأما الحيّض فيعتزلن الصلاة ويشهدن الخير، ودعوة المسلمين. قلت يا رسول الله إحدانا لا يكون لها جلباب، قال: لتلبسها أختها من جلبابها)** "کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ دونوں عیدوں کے موقعوں پر کنواری جوان لڑکیوں، حائضہ عورتوں اور باپردہ عورتوں کو گھروں سے باہر لایا جائے؛ حائضہ عورتیں نماز نہ پڑھیں لیکن کارِ خیر اور مسلمانوں کی دعوت میں شرکت کریں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، ہم میں سے بعض کے پاس جلباب (چادر) نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنی بہن سے اُدھار لے لے"۔

اِن دلائل سے واضح ہو جاتا ہے کہ گھریلو زندگی سے باہر حیاتِ عامہ میں عورت کا لباس کیا ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت باریکی، وضاحت اور جامعیت سے بیان فرمادیا کہ حیاتِ عامہ میں خواتین کس قسم کا لباس زیب تن رکھیں اور وہ یہ کہ جسم کے بالائی حصہ کے لئے کیا پہنیں، فرمایا: **(وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ)** "اور اوڑھے رکھیں اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر"(سورۃ النّور: 31) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کے بالائی حصہ پر اوڑھنیاں ڈالیں جس سے سر، گردن اور سینہ ڈھک جائے، اور جسم کے نچلے حصے کے بارے میں حکم دیا: **(يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ)** "اپنے اوپر چادر پوری طرح لٹکا لیا کریں"(سورۃ الاحزاب: 59)۔ اس کا مطلب ہے جب گھر سے باہر جائیں تو اپنے لباس کے اوپر اس طرح چادر نما کپڑا ڈال لیں کہ نیچے پیروں تک پہنچ جاتا ہو۔ جہاں تک یہ لباس کس قسم کا ہونا چاہیے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: **(وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا)** "اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے"(سورۃ النّور: 31)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جسم کی زینت جو مثلاً کانوں، ہاتھوں اور پیر کی پنڈلیوں وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے، وہ چھپ جائے سوائے اس کے جو، اِس آیت کی رُو سے، عموماً ظاہر رہتی تھی یعنی ہاتھ اور چہرہ۔ اس بات کو نہایت تفصیل سے بیان کر دینے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ خانگی زندگی کے باہر عورت کا لباس کیا ہونا چاہئے۔ امّ عطیہ سے مروی حدیث نہایت صراحت سے واضح کرتی ہے کہ عورت کے لئے گھر سے باہر جاتے وقت ایسا جلباب کا پہننا لازمی ہے جس سے اُس کا گھریلو لباس ڈھک جاتا ہو۔ جب اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ عورت کیا کرے جسے ایسا جلباب میسر نہ ہو تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنی بہن سے مستعار لے کر پہن لے۔ یعنی ایسا لباس نہ ہونے کی شکل میں حکم یہ ہے کہ کسی سے اُدھار لے کر پہنا جائے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اُدھار بھی نہ مل سکتا ہو تو پھر عورت کے لئے باہر نکلنا ہی درست نہیں رہا۔ یہ اس بات پر قرینہ ہوا کہ اِس حدیث کا حکم فرض کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا گھر سے باہر جاتے وقت عورت کے لئے یہ فرض ہوا کہ وہ اپنے عام لباس کے اوپر جلباب پہنا کرے۔ اور اگر وہ نہ پہنے تو باہر نہ جائے۔

جلباب کے لئے لازمی ہے کہ یہ جسم کے نچلے حصے تک پہنچے اور قدموں کو چھپا لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **(يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ) کہ عورتیں اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں،** (سورۃ الاحزاب: 59)۔ یعنی وہ اپنے جلباب، اپنے اوپر لٹکتے ہوئے پوری طرح اوڑھ لیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ آیت میں لفظ مِنْ تبعیضیہ (partative) نہیں یعنی اس سے مراد کل کا جزو نہیں بلکہ یہ مِن بیانیہ (explanatory) ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اپنی چادر کو اوڑھ کر اسے نیچے تک لائیں (نہ کہ وہ اپنے جسم کے کچھ حصے پر چادر لٹکا لیں) جیسا ابن عمرؓ سے ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاَءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُولِهِنَّ قَالَ يُرْخِينَ شِبْرًا فَقَالَتْ إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَيُرْخِينَهُ ذِرَاعًا لاَ يَزِدْنَ عَلَيْهِ» "جو کوئی فخر و تکبر سے اپنا لباس اپنے پیچھے زمین پر گھسیٹتا ہوا رکھے، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کی جانب اپنی نظرِ کرم نہ فرمائے گا۔ اِس پر امّ سلمہ نے عرض کیا کہ عورتیں اپنے لباس کے کناروں کا کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک بالشت تک لٹکا لیں۔ اِس پر امّ سلمہ نے پھر عرض کیا کہ اس طرح تو اُن کے قدم ظاہر ہوں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک بازو بڑھا لیں لیکن اِس سے زیادہ نہیں"**۔ یہ حدیث ترمذی نے روایت کی اور حسن صحیح ہے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کپڑا جو اپنے عام لباس کے اوپر پہنا جائے، وہ نیچے تک پہنچے اور قدموں کو ڈھک لے اور اگر قدم موزوں یا جوتوں سے چھپے ہوئے ہوں تو یہ فعل اس حکم کا نعم البدل نہیں ہو گا اور اِس اوپری لباس کا نیچے تک

لٹکنا لازمی باقی رہے گا، البتہ اگر جوتے یا موزوں سے قدم چھپے ہوں پھر اس اوپری لباس سے قدموں کا مزید ڈھکنا ضروری نہیں تاہم لازمی ہے کہ اوپری لباس کا نیچے تک پہنچنا نظر آتا ہو تاکہ یہ پہچان ہو سکے کہ یہ لباس گھر سے باہر نکلتے وقت پہننے کا لباس ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اُس حکم کی رعایت ہوتی ہو جو سورۃ الاحزاب میں دیا، یعنی **(يُدْنِينَ)** یعنی کہ عورتیں **اپنے اوپر چادر پوری طرح لٹکا لیا کریں۔**

اِن تمام سے واضح ہوا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کے لئے اپنے عمومی گھریلو لباس کے اوپر ایک ڈِھیلا لباس یا جلباب پہننا لازمی ہے، اور اگر اس کے پاس ایسا لباس دستیاب نہ ہو اور اسے گھر سے باہر جانا ہو، تو یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا لباس اپنی بہن یعنی مسلمان خاتون سے اُدھار لے کر پہن لے۔ پھر اگر ایسا لباس اسے مستعار بھی میسر نہ آئے تو وہ گھر کے باہر اُس وقت تک نہ جائے جب تک ایسا جلباب اسے نہ مل جائے۔ اور اگر وہ اپنا پورا ستر چھپا کر لیکن اس کے اوپر جلباب پہنے بغیر گھر کے باہر نکلے، تو وہ گنہگار ہو گی کیونکہ گھر کے باہر جانے کے لئے ایسا ڈھیلا جلباب کا پہننا فرض ہے اور اس کا نہ پہننا اس فرض کی خلاف ورزی ہو گی جو اللہ کے نزدیک گناہ ہے اور ریاستِ اسلامی کی جانب سے اس پر تعزیری سزا ہو گی۔" **اختتام بیان**

2۔ اوپر درج کیے گئے متن سے یہ واضح ہے کہ اسلامی لباس ستر کو تبرج کے بغیر ڈھانپے، اور اس لباس میں خمار بھی شامل ہو جو بالوں کو ڈھانپے اور یہ خمار گردن اور قمیض کے گلے کو ڈھانپ لے، اور ایک جلباب ہو جو پاؤں تک ڈھانپ لے اور یہ واضح ہے کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے: "عمومی گھریلو لباس کے اوپر ایک ڈِھیلا لباس یا چادر" اور یہ دیکھنے والے کے لیے واضح ہے، ہر دیکھنے اور سمجھنے والا اسے جانتا ہے، متن میں درج ہے کہ:

۔ شارع نے خواتین کے لیے لازمی قرار دیا ہے کہ اپنے عام کپڑوں کے اوپر ایک لباس پہنیں۔

۔ اور یہ فرض کیا ہے کہ ان کے پاس کپڑوں کو **ڈھانپنے کیلئے ایک چادر** ہو۔

۔ اگر ایک عورت اپنے کپڑوں پر لباس (ثوب) پہنے بغیر گھر سے نکلے گی، تو وہ گنہگار ہو گی۔

۔ لہٰذا اس سے واضح ہے کہ خواتین کے پاس ایک ڈھیلا ڈھالا لباس (ثوب) ہونا لازمی ہے جو وہ باہر جاتے وقت اپنے کپڑوں پر پہنیں۔

لفظ لباس واحد کے صیغے میں آیا ہے، اور لفظ چادر کو بھی واحد کو طور پر بیان کیا گیا ہے: (کہ اس کے پاس ایک کپڑوں پر پہننے کے لیے ایک لباس ہو۔۔۔ کپڑوں پر پہننے کے لیے ایک چادر ہو۔ اگر وہ کپڑوں پر لباس پہنے بغیر باہر جائے، تو گنہگار ہو گی۔۔۔ باہر جاتے وقت کپڑوں پر پہننے کے لیے ایک لباس ہو۔۔۔ کہ خواتین کے پاس باہر جانے کے لیے کپڑوں پر پہننے کے لیے ایک ڈھیلا ڈھالا لباس ہو۔۔۔) یہ تکرار اس کا ثبوت ہے کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے، یہ ایک ثوب (لباس) ہے جو خواتین اپنے کپڑوں پر پہنتی ہیں۔۔۔ وغیرہ، اور یہ بہت واضح معاملہ ہے۔

مزید وضاحت کیلئے: یہ آیت: **(يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) "عورتیں اپنے اوپر چادر پوری طرح لٹکا لیا کریں"** (سورۃ الاحزاب: 59) یہ ظاہر کرتا ہے کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے، حرف "**مِنْ**" بیان (وضاحت) کے لیے ہے، یعنی جلباب کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں نہ کہ جلباب میں سے کچھ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں، جلباب کو لفظ **ادنا** "اس طرح لٹکانا جو پوری طرح ڈھانپ لے" سے جوڑا گیا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے جو نیچے تک ڈھانپتا (لٹکتا) ہے، اور **آیت میں استعمال کیے گئے الفاظ کے مطابق یہ دو کپڑے نہیں ہو سکتے**۔ کیونکہ جیسے ہم نے کہا، لٹکے ہوئے انداز سے ڈھانپنا کو جلباب سے جوڑا گیا ہے۔ اگر جلباب دو کپڑے ہوتا تو دونوں کو پیروں تک ڈھانپنا لازمی ہوتا، پھر ایک کے اوپر دوسرا کپڑا ہوتا جو ڈھانپنے کا کام کرتا اور باہر والا کپڑا ہی جلباب ہوتا جو گلے سے پیروں تک ڈھانپتا۔۔۔ لہٰذا لغوی اصطلاح سے اس بات کی تاکید ہو گئی کہ جلباب ایک ہی کپڑا ہے کیونکہ جلباب کو ڈھانپ دینے سے جوڑا گیا ہے۔ فطری طور پر یہ اس میں اضافہ ہے جو ہم نے بیان کیا، یعنی لفظ ثوب کی تکرار۔۔۔ اور جو ہم نے پہلے واضح کیا کہ جلباب ایک ڈھیلا ڈھالا ثوب ہے جو ایک عورت اپنے عام کپڑوں پر پہنتی ہے اور وہ پیروں تک ڈھانپتا ہے۔

۔ اسلام نے اسلامی لباس کی تاکید کی ہے اور جلباب کے بغیر عورت کے باہر جانے کی اجازت نہیں دی، اور یہ کہ باہر جانے کیلئے اسے جلباب کسی بہن سے ادھار لینا ہے اگر اس کے پاس موجود نہیں۔ یہ کافی نہیں کہ وہ اپنا ستر کسی بھی لباس سے ڈھانپے سوائے جلباب اور بغیر تبرج خمار کے۔

3۔ یہ حزب کی تبنی شدہ رائے ہے اور ممبران پر اس کی اتباع لازمی ہے اور کسی دوسرے رائے کو قبول نہ کرنا ضروری ہے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ سوال کرنے والے نے انٹرنیٹ پر مختلف آراء پڑھیں اور گمان کیا کہ یہ ممبران کی آراء ہیں جو کہتے ہیں کہ جلباب دو کپڑوں سے بنتا ہے (قمیض اور شلوار سے یا ایک قمیض یا شلوار جس کے ساتھ گھٹنوں تک coat ہو وغیرہ) اور سوچا کہ ممبران میں جلباب پر اختلاف ہے۔ ہم قاری کی غلط فہمی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اس نے شاید

بقیہ صفحہ 17 پر

سوال وجواب: ٹرمپ کا اوپیک، خصوصاً سعودی عرب سے تیل کی پیداوار بڑھانے اور قیمتیں کم کرنے پر اصرار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: 2 اکتوبر 2018 کو، میسیسپی میں مڈٹرم الیکشن کے ایک جلسے کے دوران، ٹرمپ نے سعودی عرب کو دھمکایا اور اپنے حمائتیوں کو دکھایا کہ وہ تیل کی بڑھی ہوئی قیمتوں سے متعلق اقدامات کر رہا ہے: "۔۔۔اور ہمارے وہ فوجی معاہدات کہ جن کے ذریعے ہم امیر قوموں کی حفاظت کرتے ہیں مگر جواب میں ہمیں کچھ نہیں ملتا، اور تیل کا جو معاملہ ہے؟ یہ بھی بدل رہا ہے دوستو! ہم سعودی عرب کی حفاظت کرتے ہیں۔ کیا وہ امیر ہیں؟ اور مجھے شاہ بہت پسند ہے، شاہ سلمان۔ لیکن میں نے کہا شاہ، ہم تمھیں حفاظت دیتے ہیں، تم ہمارے بغیر دو ہفتے بھی نہ گزار پاؤ گے، تمہیں اپنی فوجوں کی خاطر ادائیگی کرنی ہو گی" (خلیج آن لائن 03/10/2018)۔

میرا سوال یہ نہیں کہ کیوں سعودی حکمران اس تذلیل پر خاموش رہے، بلکہ امریکہ کے اطاعت گزاری کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی ہی نظروں میں گرے ہوئے ہیں، لہٰذا اس تذلیل کے عادی ہو چکے ہیں۔ بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ کیوں ٹرمپ سعودی عرب کے پیچھے پڑ کے تیل کی پیداوار زیادہ اور اس کی قیمت کم کرانا چاہتا ہے، جبکہ امریکہ خود تیل کی پیداوار میں سرفہرست ہے اور وہ قیمتوں کی کمی کو اکیلے ہی کنٹرول کر سکتا ہے؟ تو اب وہ اس معاملے کو کیوں بڑھا رہا ہے؟ اور یہ کہ امریکی دباؤ کے باوجود تیل کی قیمت کیوں نہیں گری؟ جزاک اللہ خیراً۔

جواب: ہاں آپ نے درست کہا، ٹرمپ نے جس کو ذلیل کیا گیا، اس کو تذلیل کی عادت پڑ چکی ہے۔ اگر انہیں اللہ سے، اور رسول اللہ ﷺ سے اور مومنین سے شرم محسوس ہوتی تو ٹرمپ کے سعودی عرب سے متعلق بیانات امریکا سے تعلقات تباہ کرنے کے لیے کافی ہیں، لیکن انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ» "بے شک، لوگوں نے سابقہ انبیاء کے کلام سے جو سیکھا وہ یہ تھا: اگر تم میں شرم نہیں تو جو چاہے کرو" (بخاری)۔

ہاں آپ نے درست کہا، ٹرمپ نے جس کو ذلیل کیا گیا، اس کو تذلیل کی عادت پڑ چکی ہے۔ اگر انہیں اللہ سے، اور رسول اللہ ﷺ سے اور مومنین سے شرم محسوس ہوتی تو ٹرمپ کے سعودی عرب سے متعلق بیانات امریکا سے تعلقات تباہ کرنے کے لیے کافی ہیں، لیکن انہیں شرم محسوس نہیں ہوتی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ» "بے شک، لوگوں نے سابقہ انبیاء کے کلام سے جو سیکھا وہ یہ تھا: اگر تم میں شرم نہیں تو جو چاہے کرو" (بخاری)

جہاں تک آپ کے سوال یا سوالات کے جواب کا تعلق ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے:

1۔ جب ڈونلڈ ٹرمپ نے جنوری 2017 میں دفتر سنبھالا، تیل کی قیمت تقریباً 57 ڈالر فی بیرل تھی۔ جون 2017 تک یہ 45 ڈالر فی بیرل تک گر گئی لیکن تب سے بڑھ رہی ہے۔ آج یہ 86 ڈالر فی بیرل ہے اور کچھ تجزیہ نگاروں کے مطابق 100 ڈالر فی بیرل تک جائے گی۔

5/7/2018 کو ٹرمپ نے ٹویٹر پر لکھا: **"اوپیک اجارہ داری کو یاد رکھنا چاہیے کہ گیس کی قیمتیں اوپر ہیں اور وہ اس (قیمت کو کم لانے کے سلسلے) میں مدد نہیں کر رہے۔ اگر کچھ ہے تو یہی کہ وہ قیمتیں اوپر لے جا رہے ہیں جبکہ امریکا بہت کم ڈالروں کے بدلے ان کے بہت سے ممبران (یعنی اوپیک ممبران) کا تحفظ کرتا ہے۔ یہ (تعلق) دوطرفہ ہونا چاہیے (یعنی ہم تمہاری مدد کریں اور بدلے میں تم قیمتیں کم کرو)۔۔۔ قیمتیں ابھی کم کرو!"**۔ اس سے پہلے 30 جون 2018 کو ایک ٹویٹ میں لکھا **"میں نے ابھی سعودی عرب کے شاہ سلمان سے بات کی اور اسے یہ سمجھایا کہ ایران اور وینزویلا میں بدامنی کے باعث سعودی عرب تیل کی پیداوار بڑھائے، شاید 2000،000 بیرل تک، اس فرق کو پورا کرنے کے لیے۔۔۔ بڑھتی قیمتوں کے لیے، وہ مان گیا!"** (الحرہ: 30/6/2018)۔

25/9/2018 کو امریکی صدر نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر میں اوپیک پر تنقید کی اور کہا: **"اوپیک اور اوپیک قومیں ہمیشہ کی طرح باقی دنیا کو تباہ کر رہی ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں۔ کسی کو پسند نہیں کرنا چاہیے۔ ہم کسی قیمت کے بغیر ان میں سے بہت سی قوموں کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمارا فائدہ اٹھاتے ہوئے تیل کی قیمتیں بڑھاتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ تیل کی قیمتیں کم کریں۔ ہم زیادہ عرصہ ان خوفناک قیمتوں کو برداشت نہیں کر سکتے"** (سپتنک، 25 ستمبر 2018)۔ اور 27/9/2018 کو ٹرمپ نے ٹویٹر پر لکھا، **"ہم مشرق وسطیٰ کے ممالک کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ زیادہ عرصے ہمارے بغیر محفوظ نہیں رہیں گے اور پھر بھی وہ تیل کی زیادہ اور زیادہ قیمتیں لگا رہے ہیں! ہم یاد رکھیں گے۔ اوپیک اجارہ داری کو قیمتیں لازمی طور پر کم کرنی چاہیے!"**

جیسا کہ 2/10/2018 کو میسیسپی میں انتخابی جلسے میں ایک سوال کے جواب میں ٹرمپ نے سعودی عرب کو دھمکایا اور اپنے حمائتیوں کو دکھایا کہ وہ تیل کی بڑھی ہوئی قیمتوں سے نمٹ رہا ہے: **"۔۔۔اور ہمارے وہ فوجی معاہدات کہ جن کے ذریعے ہم امیر قوموں کی حفاظت کرتے ہیں مگر جواب میں ہمیں کچھ نہیں ملتا، اور تیل کا جو معاملہ ہے؟ یہ بھی بدل رہا ہے دوستو! ہم سعودی عرب کی حفاظت کرتے ہیں۔ کیا وہ امیر ہیں؟ اور مجھے شاہ بہت پسند ہے، شاہ سلمان۔ لیکن میں نے کہا اے شاہ، ہم تمھیں حفاظت دیتے ہیں، تم ہمارے بغیر دو ہفتے بھی نہ گزار پاؤ گے، تمہیں اپنی فوجوں کی خاطر ادائیگی کرنی ہو گی"** (خلیج آن لائن 03/10/2018)۔ **اس تمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ٹرمپ فی الحال اوپیک خصوصاً سعودی عرب سے تیل کی پیداوار بڑھوانے کا خواہشمند ہے۔**

2۔ جی ہاں، امریکی توانائی کا ادارے (EIA)، جو توانائی سے متعلق اعداد و شمار اکٹھے کرتا ہے، کے مطابق امریکا ہی سب سے زیادہ تیل پیدا کرتا ہے۔ 2017 کے آخر میں EIA نے دنیا میں تیل کی پیداوار سے متعلق ایک فہرست دی، جس کے مطابق پیداوار اس وقت عالمی پیداوار 96 ملین بیرل یومیہ تھی۔ اس فہرست کے مطابق پیداوار کے حساب سے سات بڑے ممالک یہ ہیں:

جیسا کہ 2/10/2018 کو میسیسپی میں انتخابی جلسے میں ایک سوال کے جواب میں ٹرمپ نے سعودی عرب کو دھمکایا اور اپنے حمائتیوں کو دکھایا کہ وہ تیل کی بڑھی ہوئی قیمتوں سے نمٹ رہا ہے: **"۔۔۔اور ہمارے وہ فوجی معاہدات کہ جن کے ذریعے ہم امیر قوموں کی حفاظت کرتے ہیں مگر جواب میں ہمیں کچھ نہیں ملتا، اور تیل کا جو معاملہ ہے؟ یہ بھی بدل رہا ہے دوستو! ہم سعودی عرب کی حفاظت کرتے ہیں۔ کیا وہ امیر ہیں؟ اور مجھے شاہ بہت پسند ہے، شاہ سلمان۔ لیکن میں نے کہا اے شاہ، ہم تمھیں حفاظت دیتے ہیں، تم ہمارے بغیر دو ہفتے بھی نہ گزار پاؤ گے، تمہیں اپنی فوجوں کی خاطر ادائیگی کرنی ہو گی"** (خلیج آن لائن 03/10/2018)۔

امریکا 14.46 ملین بیرل یومیہ، سعودی عرب 12.08 ملین بیرل یومیہ، روس 11.18 ملین بیرل یومیہ، کینیڈا 4.87 ملین بیرل یومیہ، ایران 4.67 ملین بیرل یومیہ، عراق 4.48 ملین بیرل یومیہ، چین 4.45 ملین بیرل یومیہ۔

امریکا ہی دنیا میں سب سے زیادہ تیل پیدا کرتا ہے، اس کے بعد سعودی عرب اور پھر روس۔

3۔ اور ہاں، امریکہ جب چاہے تیل کی پیداوار بڑھا سکتا ہے، خصوصاً جب اس کے پاس شیل تیل کے خطیر ذخائر موجود ہیں، لیکن کچھ ہے جو اسے یہ کرنے سے روکتا ہے۔

ا۔ اپنے سٹاک اور ذخائر کو (خرچ ہونے سے) محفوظ رکھنے کے لیے

ب۔ کچھ رویبضات (گرے ہوئے حکمران) ہیں جو اس کا حکم مانتے ہیں حتیٰ کہ اگر اس میں ان کی تذلیل بھی ہو جائے، وہ تب بھی اطاعت کرتے ہیں، اور چاہے ایسا کرنے سے نقصان ہی ہو جائے، جیسے کہ سعودی عرب کے حکمران!! امریکا سعودی عرب کو قیمتیں کم کرنے کے لیے کہہ رہا ہے تاکہ اپنے لوگوں کو کم قیمت پر تیل مہیا کرے، جبکہ خام تیل کی قیمت اسی سال کے نویں مہینے میں 80 ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی۔ **"14/9/2018 کو خام تیل کی عالمی قیمت بڑھ کر 78.21 ڈالر فی بیرل ہو گئی، جو 22/5/2018 سے اب تک بلند ترین ہے"۔۔۔ (رائٹرز**

(14/9/2018)۔ نوٹ کریں کہ **"اوپیک پیداوار بڑھ کر 32.79 ملین بیرل یومیہ ہو گئی۔ سعودی عرب جس نے اپنی پیداوار میں اضافے کا وعدہ کیا تھا، کہا کہ اس فیصلے سے تقریباً ایک ملین بیرل یومیہ پیداوار بڑھے گی" (رائٹرز 31/8/2018)۔ "جب خام تیل 80 ڈالر فی بیرل کی جانب بڑھ رہا تھا، سعودی عرب نے پچھلے ماہ منڈی کو اپنی پیداوار میں اضافے سے آگاہ کر دیا، جو کہ اس تاریخ سے قبل تھا جس پر عموماً ایسی معلومات عام کی جاتی ہے،"** ذرائع سے اقتباس۔

سعودی حکومت ایک مضبوط امریکی ایجنٹ ہے اور اس کی خدمتگار ہے۔ سعودی عرب نے ہمیشہ تیل کی منڈی کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ سعودی عرب کو اس وقت تیل کی قیمت بلند چاہیے، کیونکہ جب سے 2014 میں تیل کی قیمتیں گریں اس کی معیشت اس وقت سے سخت اقتصادی دباؤ میں ہے۔ خصوصاً جب تیل سعودی عرب کے بجٹ میں اہم ذریعہ محصولات ہے۔ یہ عام معلومات ہے کہ جن ممالک میں آدھے سے زیادہ محصولات کے لیے تیل کی برآمد پر انحصار ہوتا ہے، ان ممالک کو 80 ڈالر فی بیرل سے زیادہ کی قیمت چاہیے تاکہ وہ اپنا بجٹ برابر کر سکیں، یعنی تیل سے اتنا کما لیں کہ اخراجات پورے کر سکیں۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ جب سعودی عرب کا بجٹ مکمل تیل پر انحصار کرتا ہے، اور بجٹ کو برابر کرنے اور اپنی غیر مستحکم معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے تیل کی مناسب قیمت 80 ڈالر سے اوپر یا 100 ڈالر تک ہے لیکن اس کا حاکم پیداوار بڑھا کر قیمتیں کم کرنے کے لیے تیار ہے، اس نقصان کی پرواہ کیے بغیر جو ٹرمپ کو راضی کرنے کے لیے ملک کو ہو گا، جس ٹرمپ نے اعلانیہ سعودی حاکم کی تذلیل کی، "اور اگر یہ امریکہ نہ ہوتا تو اس کا تخت گر چکا ہوتا!!' انھوں نے ٹرمپ کے اس ذلت آمیز بیان کو نظرانداز کیا اور ان کے شہزادے نے کہا کہ وہ ایرانی تیل کی کمی کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں! 6/10/2018 کو بلومبرگ اخبار نے سعودی شہزادے بن سلمان کا بیان نقل کیا: **اس نے اصرار کیا**

غیر مستحکم معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے تیل کی مناسب قیمت 80 ڈالر سے اوپر یا 100 ڈالر تک ہے لیکن سعودی حاکم پیداوار بڑھا کر قیمتیں کم کرنے کے لیے تیار ہے، اس نقصان کی پرواہ کیے بغیر جو ٹرمپ کو راضی کرنے کے لیے ملک کو ہو گا، جس ٹرمپ نے اعلانیہ سعودی حاکم کی تذلیل کی، "اور اگر یہ امریکہ نہ ہوتا تو اس کا تخت گر چکا ہوتا!!' انھوں نے ٹرمپ کے اس ذلت آمیز بیان کو نظرانداز کیا اور ان کے شہزادے نے کہا کہ وہ ایرانی تیل کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رتیاہیں

(6/10/2018 بلومبرگ اخبار)

کہ سعودی عرب نے اپنے وعدے کا پاس رکھتے ہوئے ایرانی خام تیل کی کمی کو پورا کیا، اور کہا: "سعودی عرب اس وقت 10.7 ملین بیرل یومیہ تیل سپلائی کر رہا ہے جو ایک ریکارڈ ہے اور اگر منڈی میں ضرورت پڑی تو مزید 1.3 ملین بیرل اضافہ کر سکتا ہے۔"

جب تک امریکا کا ایک ایجنٹ موجود ہے جو ٹرمپ کی پیداوار بڑھانے کی خواہش میں اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے تیار ہے تو امریکا کو اپنے ذخائر استعمال کرنے کی ضرورت کیوں ہو؟

4۔ ٹرمپ کیوں اوپیک، خصوصاً سعودی عرب سے پیداوار بڑھانے اور قیمتیں کم کرنے پر اصرار کر رہا ہے؟ یہ اس لیے کہ دو ایسے مسائل ہیں جو ٹرمپ کے لیے فوراً حل کرنا ضروری ہیں، ورنہ ٹرمپ کو بڑھتی قیمتوں سے فرق نہیں پڑتا۔ امریکا بڑھی قیمتوں کو مزید ڈالر چھاپ کر پورا کر سکتا ہے جیسے پچھلی دفعہ کیا تھا جب تیل کی قیمتیں 150 ڈالر پر پہنچ گئی تھی۔ ہم نے پہلے 16/5/2009 کو ایک سوال کے جواب میں کہا تھا: **"امریکا بینک نوٹ چھاپ سکتا ہے، چاہے آئی ایم ایف کی رضامندی سے یا خفیہ طور پر، اعلانیہ بھی، اس کی مرضی کے بغیر بھی، کیونکہ فنڈ میں اسی کا عملاً اثر ہے، اور جھوٹی وجوہات دکھا کر اور سچ کو چھپا کر فنڈ کی مدد لے سکتا ہے۔ لیکن اس طرح بینک نوٹ چھاپنے سے ڈالر کی قدر میں کمی اور افراط زر ہوتا ہے یعنی قیمتوں میں اضافہ۔ اس لیے امریکا یہ قدم نہیں اٹھاتا جب تک کہ کوئی چھپا مفاد نہ ہو۔ مثلاً یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امریکا نے تیل کی قیمتوں پر قیاس آرائیوں کے وقت جس سے تیل کی قیمت 150 ڈالر فی بیرل ہوئی، 20 سے 40 کھرب ڈالر چھاپے، اور امریکا ان قیاس آرائیوں سے دور نہیں تھا۔ امریکا نے وہ ڈالر تیل کے ذخیرے کو بڑھانے کے لیے چھاپے تاکہ بلواسطہ یا بلاواسطہ اس تیل کی سب سے بڑی مقدار کو اپنے سٹاک میں شامل کر سکے۔ اس نے اسے ایسے مفاد کے طور پر دیکھا جو قیمتوں میں اضافے اور ڈالر کی قدر میں کمی سے زیادہ اہم تھا۔۔۔"** لیکن چونکہ ڈالر چھاپنے کے عمل میں وقت درکار ہوتا ہے اور چونکہ دونوں مسائل کا حل عجلت

طلب ہے ورنہ ٹرمپ مصیبت میں پھنس جائے گا، جیسے پہلے بیان ہوا، اس لیے ٹرمپ اوپیک اور خصوصاً سعودی عرب سے ناراض ہو رہا ہے۔ وہ دو مسائل یہ ہیں: **اول: ایران پر پابندیوں کا معاملہ:**

سعودی عرب اور عراق کے بعد اوپیک میں تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ تیل ایران پیدا کرتا ہے، اس کی پیداوار 4 ملین بیرل یومیہ خام تیل ہے۔ پابندیوں کی وجہ سے ایران کی تیل کی برآمدات میں کمی واقع ہو گی، خصوصاً نومبر میں جب پابندیوں میں اضافہ ہو گا، جس میں ایران اور ایران سے درآمد کرنے والے ممالک بھی شامل ہیں۔ امریکا نے کمپنیوں سے ایرانی تیل کی درآمد میں کمی کرنے اور پھر نومبر میں ایران سے معاہدے ختم کرنے کا کہا ہے جس سے ایران کی برآمدات میں کمی واقع ہو گی۔ لیکن سعودی عرب تیل کی پیداوار بڑھانے کے لیے تیار ہے یعنی وہ ایران کی تیل کی کمی کو پورا کرنے کے لیے تیار ہے۔ سعودی شہزادے محمد بن سلمان نے کہا: **"ہم ایران کے ایک بیرل کے مقابلے میں دو بیرل برآمد کرتے ہیں،" شہزادے نے کہا۔ "لہٰذا ہم نے اپنا کام کر دیا بلکہ زیادہ کیا۔ "سعودی عرب اس وقت 10.7 ملین بیرل یومیہ سپلائی کر رہا ہے جو ایک ریکارڈ ہے اور اگر منڈی میں ضرورت پڑی تو مزید 1.3 ملین بیرل اضافہ کر سکتا ہے،"**

(https://www.akhbarak.net ,08/10/2018)۔

4/11/2018 کو امریکا کا منصوبہ ہے کہ ایران پر پابندیاں بڑھائی جائیں جن کا ہدف تیل کی برآمدات ہیں اور عالمی حکومتوں اور کمپنیوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ ایران سے درآمدات کم کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ عالمی منڈی میں تیل کی سپلائی کم ہو جائے گی۔ تیل کی پیداوار کے سات بڑے ممالک کے بیان کے مطابق ایران 4 ملین بیرل یومیہ پیدا کر رہا تھا اور "یہ اب کم ہو گیا ہے"۔ چین، بھارت اور ترکی اس سے 2 ملین بیرل لیتے ہیں۔ ٹرمپ کے خیال میں

4/11/2018 کو امریکا کا منصوبہ ہے کہ ایران پر پابندیاں بڑھائی جائیں جن کا ہدف تیل کی برآمدات ہیں اور عالمی حکومتوں اور کمپنیوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ ایران سے درآمدات کم کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ عالمی منڈی میں تیل کی سپلائی کم ہو جائے گی۔ پابندیوں سے یہ 2 ملین بھی ختم ہو جائے گا۔ امریکا اس کمی کو سعودی عرب اور دیگر اوپیک ممالک سے پورا کرنا چاہتا ہے تاکہ امریکا ایران کے مسئلے سے یورپ، روس اور چین کی مداخلت کے بغیر نبٹ سکے۔

پابندیوں سے یہ 2 ملین بھی ختم ہو جائے گا۔ امریکا اس کمی کو سعودی عرب اور دیگر اوپیک ممالک سے پورا کرنا چاہتا ہے تاکہ امریکا ایران کے مسئلے سے یورپ، روس اور چین کی مداخلت کے بغیر نبٹ سکے اس امر کے بعد کہ امریکہ نے 8/5/2018 کو اس ایٹمی معاہدے سے دستبرداری اختیار کر لی ہے جو اس نے تین سال پہلے ان ممالک کے ہوتے ہوئے کیا تھا۔ وہ ایران سے اکیلے معاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ امریکی صدر نے اس معاہدے کے لیے تیاری کا اعلان کیا ہے لیکن ایران کے لیے موزوں حالات تیار ہونے چاہیے۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔۔۔ ٹرمپ اس کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے جب تک وہ امریکا اور ایران کے درمیان، یورپ کو شامل کیے بغیر، ایک معاہدہ کر لے۔ اگر کمی پوری نہ ہوئی اور قیمتیں بڑھ گئیں، تو اس کے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ کیونکہ اس نے پابندیوں کی بنیاد اس پر رکھی تھی کہ پابندیوں کے نتیجے میں ایرانی تیل میں کمی کو اوپیک اور سعودی عرب سے پورا کیا جائے گا۔۔۔ دوسرے الفاظ میں امریکا تیل کی کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے تاکہ یہ مسئلہ اس وقت تک نہ اٹھے جب تک ایران کے ساتھ یہ مسائل حل نہیں ہو جاتے، کیونکہ اس میں وقت لگے گا۔

دوسری وجہ امریکی انتخابات ہیں

تیل کی بڑھتی قیمتیں ڈونلڈ ٹرمپ کے لیے مسئلہ ہیں، جو نومبر میں وسط مدتی انتخابات لڑنے جا رہا ہے۔ تیل کی بڑھی قیمتیں اس کے معاونین کو حکومت میں برقرار رکھنے پر اثر انداز ہوں گی، خصوصاً جب زیادہ تر رائے عامہ کے تجزیے یہ بتا رہے ہیں کہ ڈیموکریٹس کی اکثریت ہو گی۔ ٹرمپ ووٹر کو یہ دکھانے کے لیے کہ وہ امریکی مفاد کو پہلے رکھتا ہے، وہ پیداوار بڑھانے کی تمام دباؤ اور ذمہ داری سعودی عرب اور اوپیک ممبران پر ڈال رہا ہے۔ ساتھ ہی، ٹرمپ انتظامیہ چین، بھارت اور ترکی پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ ایران سے تعلق ختم کریں اور خام تیل کہیں اور سے لیں۔ تیل کی بڑھتی قیمتیں اس پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں کہ امریکی عوام پیٹرول کی کیا قیمت ادا کرتے ہیں۔ امریکی وسط مدتی

انتخابات کے ساتھ یہ ایک کمزور نقطہ ہوگا۔امریکی عوام تیل کی قیمتوں میں اضافے سے متاثر ہوتے ہیں اور یہ قبول نہیں کریں گے کہ حکومت تیل کی قیمتوں میں اضافہ کر رہی ہے۔ لہٰذا صدر ٹرمپ تیل کی بڑھی قیمتوں کا ذمہ دار خلیجی ممالک اور اوپیک کو ٹھہرا رہا ہے، ان کو نشانہ بنا رہا ہے یہ دکھانے کے لیے کہ وہ اپنے مفادات کا دفاع کر رہا ہے،اور اس قابل ہے کہ سعودی عرب اور اوپیک پر دباؤ ڈال کر قیمتیں کم کروا سکتا ہے۔ وہ خصوصاً امریکی انتخابات کے عرصے میں قیمتیں کم کروانے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ یہ امریکی صدر اور اس کی ریپبلیکن پارٹی کے لیے آج ضروری ہے تاکہ وہ 6نومبر کو ہونے والے 2018 کے وسط مدتی انتخابات میں امریکی ووٹروں کے ووٹ حاصل کر سکے، خصوصاًجب رائے عامہ ڈیموکریٹس کے حق میں ہے۔

5۔ٹرمپ کی دھمکیوں اور دباؤ اور سعودی عرب کے رویے کے باوجود تیل کی قیمتیں کیوں بڑھتی جا رہی ہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اوپیک میں دوسری پارٹیاں بھی ہیں جو یورپ کے ساتھ ہیں اور امریکا سے خار کھاتی ہیں،اور روس بھی ہے،اور یہ پارٹیاں جن کا یورپ سے تعلق ہے،اتنی جلدی امریکا کا ساتھ نہیں دیں گی،کم از کم اتنی جلدی نہیں کہ جس سے ٹرمپ کے مقاصد اس کی مرضی کے وقت میں پورے ہو سکیں۔ سعودی عرب اوپیک میں امریکا کا بڑا آلہ ہے، لیکن اوپیک میں دوسرے بھی ہیں جن کے مفادات ہیں، بشمول وہ جو یورپی ممالک کے ساتھ ہیں اور آسانی سے امریکا کی بات نہیں مانیں گے،اس کے علاوہ اوپیک کے علاوہ ممالک ،جیسے روس، جن کے مفادات ہیں۔امریکا مکمل طریقے سے اپنی مرضی نہیں چلا سکتا۔

قیمتیں کم کروانے کی کوشش میں صدر نے پیداوار بڑھانے کا کہا۔ مگر اوپیک اور اس کے پیداواری حمایتی 23/9/2018 کو الجزائر میں ہونے والے اجلاس میں، ٹرمپ کی مرضی کے برخلاف، تیل کی

> ٹرمپ کی دھمکیوں اور دباؤ اور سعودی عرب کے رویے کے باوجود تیل کی قیمتیں کیوں بڑھتی جا رہی ہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اوپیک میں دوسری پارٹیاں بھی ہیں جو یورپ کے ساتھ ہیں اور امریکا سے خار کھاتی ہیں،اور روس بھی ہے،اور یہ پارٹیاں جن کا یورپ سے تعلق ہے، اتنی جلدی امریکا کا ساتھ نہیں دیں گی،کم از کم اتنی جلدی نہیں کہ جس سے ٹرمپ کے مقاصد اس کی مرضی کے وقت میں پورے ہو سکیں۔ سعودی عرب اوپیک میں امریکا کا بڑا آلہ ہے، لیکن اوپیک میں دوسرے بھی ہیں جن کے مفادات ہیں، بشمول وہ جو یورپی ممالک کے ساتھ ہیں اور آسانی سے امریکا کی بات نہیں مانیں گے۔

قیمتیں بڑھانے پر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ جہاں تک روس کا تعلق ہے،تو 2017 سے لے کر آج تک امریکا اس میں کامیاب رہا کہ سعودی عرب کو استعمال کر کے روس پر دباؤ ڈالے اور اسے شرمندہ کرے اور اس سے پیداوار بڑھوا کر قیمتیں کم کروائے۔۔۔ اکتوبر 2017 میں پہلی دفعہ کوئی سعودی شاہ روس گیا، کہ اوپیک اور غیر اوپیک ممبران، خصوصاً روس، کے مابین اجلاس کا حصہ بنے۔ اکتوبر 2017 میں شاہ سلمان روس گیا اور اوپیک اجلاس میں شرکت کی۔ اس کے بعد سے تیل کی قیمت 60ڈالر فی بیرل سے اوپر مستحکم ہوگئی جو 2018 کے وسط سے بڑھنے تک اتنی ہی رہی، جیسے پہلے بیان کیا گیا۔ لیکن سعودی عرب اور روس نے ٹرمپ کے کہنے کے مطابق 2 ملین بیرل یومیہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے بہت تگ و دو کی۔ بلکہ آزاد تجزیہ نگاروں اور عالمی ادارہ برائے توانائی (IEA) کے خیال میں سعودی عرب اور روس 2 ملین بیرل یومیہ اضافہ کر سکتے تھے۔ عالمی ادارہ برائے توانائی (IEA) کے، جو پیرس میں ہے، کے حالیہ اندازے کے مطابق مشرق وسطیٰ کی "قلیل المقدار فراہمی"، سعودی عرب کو ملا کر، 1.14ملین بیرل یومیہ ہے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق روس 400،000 بیرل یومیہ کا اضافہ کر سکتا ہے۔ آخر میں، امریکا کے شدید دباؤ کے پیش نظر، ستمبر میں سعودی عرب نے روس سے تیل کی پیداوار بڑھانے پر ایک خفیہ معاہدہ کیا۔ **"معاہدے کے مطابق روس اور سعودی عرب دوسرے اوپیک ممبران سے پوچھے بغیر تیل کی پیداوار بڑھانے کی پالیسیوں پر اتفاق کر رہے ہیں"۔** ذرائع کے مطابق سعودی وزیر برائے توانائی خالد الفلیح اور اس کا روسی ہم منصب الیگزینڈر نووک متعدد میٹنگوں کے بعد اس بات پر اتفاق کر چکے ہیں کہ ستمبر سے دسمبر تک پیداوار کو بڑھایا جائے اور قیمت کو 80 ڈالر فی بیرل تک رکھا جائے۔ ذرائع نے کہا:

"روسیوں اور سعودیوں نے منڈی میں مزید تیل ترسیل کرنے پر خفیہ اتفاق کر لیا ہے، تاکہ یہ نہ لگے کہ تیل کی ترسیل میں اضافہ ٹرمپ کے احکامات پر ہو رہا ہے"۔ ایک اور ذرائع نے کہا: **"سعودی وزیر نے امریکی سیکریٹری برائے توانائی رِک پیری کو بتایا سعودی عرب تیل کی پیداوار بڑھا دے گا اگر اس کی طلب میں اضافہ ہو جائے"۔** (www.reuters.com)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیوں روس امریکا کے ساتھ مل کر تیل کی بڑھی قیمتوں کو کم کرے گا، جبکہ بڑھی قیمتیں روس کے مفاد میں ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ روس 65 ڈالر فی بیرل کی قیمت کی حمایت کرتا ہے کیونکہ یہ وہ قیمت ہے جو روس کی تیل کی صنعت میں توازن کے لیے لازمی ہے۔ اس قیمت میں اضافہ بہت سے ممالک سے، جو روس سے تیل خریدتے ہیں، ان کی خرید کی قوت چھین لے گا جس سے طلب میں کمی واقع ہو جائے گی جو روس کی تیل کی صنعت کے لیے نقصان دہ ہے۔

بہر حال، روس اس پورے معاملے میں بڑا مسئلہ نہیں ہے، اس پورے معاملے کو متاثر کرنے والے دراصل یورپی حامی اوپیک ممبران ہیں۔ جو ٹرمپ کہہ رہا ہے، وہ انتہائی دباؤ کے بغیر کرنا ممکن نہیں۔۔۔ لیکن اس کا امکان نہیں کہ قیمت 100 تک پہنچے، کیونکہ درآمد کرنے والے ممالک اسے برداشت نہیں کر پائیں گے اور طلب گر جائے گی اور پھر بڑھاؤ رک جائے گا اور پھر گرے گا۔۔۔ ٹرمپ کی دلچسپی قیمتوں کو انتخابات کے وقت کے لیے کم کرنا ہے یعنی اس سال کے آخر میں جب اس کا امکان ہے کہ ایٹمی معاہدہ یورپ کے بغیر ایک دو طرفہ ایران-امریکا معاہدے کی طرف بڑھے گا اور امریکا کا پیداوار بڑھانے پر دباؤ ختم ہو جائے گا، لہٰذا قیمتیں 80 ڈالر فی بیرل کے گرد ہی رہیں گی۔۔۔

مسلمانوں کے وسائل استعمال کر کے ایک دوسرے سے کھیلتی ہیں، جبکہ ہمارے الرویبضات (گرے ہوئے) حکمران، ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور امت کے وقار کی عزت نہیں کرتے۔ دنیا کے زیادہ تر تیل کے ذخائر مسلم علاقوں میں ہیں، چاہے عرب میں، ایران، افریقہ، نائیجیریا یا وسطیٰ ایشیاء جیسے قازقستان، ترکمانستان یا قفقاز جیسے آزر بائیجان، لیکن ملک کی تیل کی درآمدات اس کے لوگوں کے لیے نہیں ہوتیں، جن میں سے زیادہ تر غربت اور افلاس کا شکار ہیں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بیرونی طاقتیں مسلمانوں کے وسائل استعمال کر کے ایک دوسرے سے کھیلتی ہیں، جبکہ ہمارے الرویبضات (گرے ہوئے) حکمران، ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور امت کے وقار کی عزت نہیں کرتے۔ دنیا کے زیادہ تر تیل کے ذخائر مسلم علاقوں میں ہیں، چاہے عرب میں، ایران، افریقہ، نائیجیریا یا وسطیٰ ایشیاء جیسے قازقستان، ترکمانستان یا قفقاز جیسے آزر بائیجان، لیکن ملک کی تیل کی درآمدات اس کے لوگوں کے لیے نہیں ہوتیں، جن میں سے زیادہ تر غربت اور افلاس کا شکار ہیں۔ حکمران، ان کے خاندان اور احباب اس تیل کی دولت کو لوٹتے ہیں اور پیسہ باہر سمگل کرتے ہیں۔ پچھلے سال 21/5/2017 کو ٹرمپ کے دورۂ سعودی عرب کے دوران جب امریکا نے سعودی عرب سے تقریباً 460 ارب ڈالر مانگے تو آلِ سعود اس مطالبہ کو پورا کرنے اور ڈالر ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ لہٰذا مسلمان الفاروق عمر بن خطابؓ جیسے خلیفہ راشد کے بغیر اس تباہی سے نہیں بچ سکتے، جو لوگوں میں عدل سے دولت تقسیم کرے اور غریب ترین سے شروع کرے اور خلیفہ پر ختم کرے جو سب سے آخر میں کھانے اور لینے والا ہو۔ نبی برحق ﷺ نے فرمایا: **«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» "تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور اپنی رعایا کے متعلق جواب دہ ہے۔ حکمران ذمہ دار ہے اور اپنی رعایا کے لیے جواب دہ ہے"۔ (بخاری)**

وہ جو اپنے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، اس کے لیے سخت عذاب ہے جیسے نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا جسے طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا: **«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ غَاشًّا لِرَعِيَّتِهِ إِلا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» "جس شخص کو اللہ نے لوگوں پر اختیار دیا اور وہ اس حال میں مرا کہ اپنی رعایا کو دھوکہ دے رہا تھا، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا"۔** ان رویبضات حکمرانوں کی یہی صورتِ حال ہے، اگر وہ غور کریں اور عقل رکھتے ہوں۔

11 صفر الخیر 1440 ہجری

20/10/2018 عیسوی

ہندو ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو اندھا اور شہید کر رہی ہے مگر باجوہ-عمران حکومت ہندو ریاست کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھا رہی ہے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2009 سے مقبوضہ کشمیر کے مسلمان قابض ہندو افواج کے ہاتھوں بد ترین مظالم کا سامنا کرتے ہوئے پیلٹ گن کی گولیوں کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی سے محروم اور شہید ہو رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود باجوہ-عمران حکومت بھارت کو دوستی کی پیشکش کر رہی ہے۔ ایک طرف مسلمان اپنے شہداء کو قبر کی مٹی کے حوالے کر رہے ہیں، جن میں ایک پندرہ سال کا نوجوان بھی شامل ہے، مگر دوسری طرف باجوہ-عمران حکومت 29 نومبر 2018 کو چار کلومیٹر طویل سڑک کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے بھارت کی جانب سے 2 جونیئر وزراء کو بھیجنے پر خوشی کا اظہار کر رہی ہے۔ یہ سڑک بھارت کے ضلع گورداسپور میں موجود ڈیرہ بابا نانک کو پاکستان میں گردوارہ کرتارپور صاحب سے منسلک کرے گی۔ بھارت اپنے کلبھوشن یادیو نیٹ ورک کو پاکستان بھر میں بدامنی کی آگ لگانے، تباہی و بربادی پھیلانے اور عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے، لیکن باجوہ-عمران حکومت آنکھیں بند کر کے صرف اس لیے بھارت سے دوستی، اتحاد اور نارملائزیشن کے قیام کے لیے بنیادیں ڈال رہی ہے کہ یہ امریکا کا مطالبہ ہے۔ مسلمانوں کی صورتحال اس قدر بد ترین ہے کہ ان کے حکمران ان کے دشمنوں کو اپنا دوست بنانے کے لیے دن رات ایک کر رہے ہیں لیکن مظلوموں کی حمایت میں انگلی تک ہلانے کے روادار نہیں، جبکہ ان کے پاس ایک زبردست اور بہادر فوج ہے جس کے سپاہی اور افسران اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے شہید ہونے سے بالکل بھی نہیں ہچکچاتے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

إِنَّمَا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ قَٰتَلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمْ وَظَٰهَرُوا۟ عَلَىٰٓ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ

"اللہ اُن لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں"(الممتحنہ:9)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلاَّ خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ وَمَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلاَّ نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ

"جو کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ بے یار مددگار چھوڑ دے گا، جہاں اس کی بے عزتی کی جائے، اس کی حرمت پامال کی جائے تو اللہ اسے ایسی جگہ بے یار ومددگار چھوڑ دے گا، جہاں وہ اس کی مدد چاہے گا، اور جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ میں مدد کرے گا جہاں اس کی عزت میں کمی آ رہی ہو اور اس کی حرمت پامال کی جا رہی ہو تو اللہ اس کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا، جہاں پر اس کو اللہ کی مدد محبوب ہو گی"(ابوداود)۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم حکومت کی جانب سے بھارتی وزراء کو دورے کی دعوت دینے کی مذمت کریں، بھارتی ہائی کمیشن کی بندش اور بھارت کے خلاف جنگی حکمت عملی پر مبنی پالیسی اختیار کرنے کا مطالبہ کریں کیونکہ وہ ایک کھلا دشمن ہے۔ اور ہم پر لازم ہے کہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کریں تاکہ مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو سیاسی و فوجی حمایت فراہم کی جاسکے۔ خلافت کے قیام کے بعد ہی ہمیں ایسے حکمران ملیں گے جو استعمار کے احکامات ماننے والے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ خلافت کے قیام کے بعد ہی یہ عظیم امت اپنے بے پناہ وسائل کے ساتھ خلیفہ راشد کی قیادت میں یکجا ہو گی اور ایک ایسی قوت میں تبدیل ہو جائے گی کہ اس کے دشمن اس کے نام سے ہی خوف کھانے لگیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ

"تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ اور تم تو غالب ہو۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا"(محمد:35)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

باجوہ عمران حکومت ہندو ریاست سے دوستی کی پینگیں
بڑھا رہی ہے جبکہ وہ کشمیری مسلمانوں کو شہید کررہا ہے
حزب التحریر ولایہ پاکستان

MEN
ITER
MENZ
EASTERN WEAR
ہندو ریاست کے

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس